اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کے ساتھ

ماہنامہ

نومبر 2014ء

قندیل ادب

مدیر: رانا عبدالرزاق خان

07886304637 & 02089449385

rana_razzaq@hotmail.com

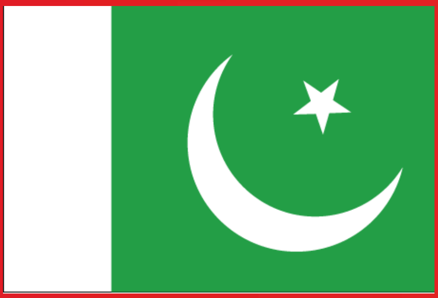

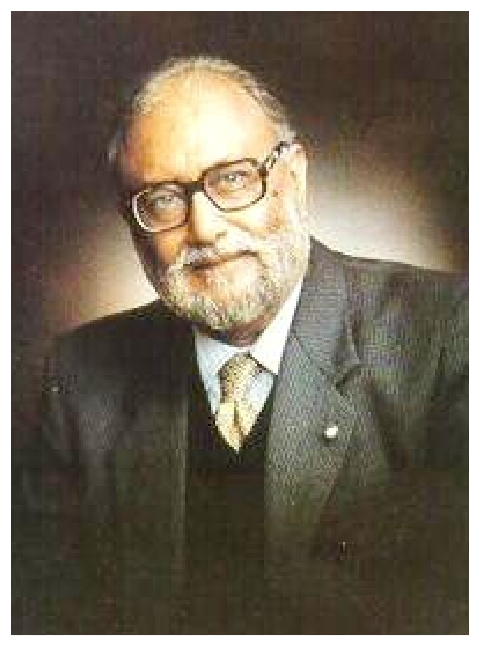

www.bazmesherosukhan.co.uk

ماہنامہ قندیلِ اَدب انٹر نیشنل لندن

شمارہ نمبر:23 نومبر 2014ء

مجلس ادارت

زکریا ورک،،خواجہ عبدالمومن ناروے،امجد مرزا امجد،محمد آصف پرویز
مدیر اعلیٰ : خان بشیر احمد خان رفیق
مدیر : رانا عبدالرزاق خان
معاون مدیر : عامر مجید
مدیر خصوصی : سہیل لون
منیجنگ ڈائریکٹر : عاصی صحرائی
فوٹوگرافی : قاضی عبدالرشید،فضل عمر ڈوگر،محمد اشرف خاکی

اراکین مشاورتی بورڈ

آدم چغتائی،منور احمد کنڈے،رضیہ اسماعیل برمنگھم،اقبال مجیدی،اے حق (یو کے ٹائمز)،ثقلین مبارک آسٹریلیا،میاں فہیم الدین،رانا مبارک احمد بحرین،راجہ منیر احمد،بشیر احمد خان سویڈن

وضاحت

قندیلِ اَدب انٹرنیشنل کسی سیاسی سماجی مذہبی گروہ یا فرقے کا ترجمان نہیں یہ نسل یا فرقوں کے اِمتیاز سے بالا تر ہے یہ صرف اُردو اَدب کی ترقی و ترویج کے لئے جاری کیا گیا ہے اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں قارئین کو آراء یا مضامین سے اختلاف کا حق حاصل ہے اور اس کے صفحات حاضر ہیں۔ تحریر کے ساتھ اپنا مکمل ایڈریس اور فون نمبر ضرور ارسال کریں یہ آپ کا اپنا میگزین ہے۔

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے،غزل،نظم،افسانہ،مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی ان پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلاتفریق اسے معیار کے مطابق شائع کیا جائے گا۔ جو دوست بھیجتے ہیں اُن کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر مما لک میں پندرہ ہزار قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارہ کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تا کہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ۔

(رانا عبدالرزاق خان)

فہرست

نامے جو میرے نام آتے ہیں	ادارہ	2
خوش خبری	ادارہ	2
غزل	ڈاکٹر محمود الحسن،حسن رہتاسی،ساقی فاروقی	3
غزل	علی ارمان،عظمیٰ صدیقی،عبدالجلیل عباد	4
محمود شام کا تبصرہ اختر شاہ کے مجموعہ کلام پر	محمود شام	4
کالی مرچ۔ مصالحوں کی ملکہ	عاصی صحرائی	6
صحرائے اعظم	رجل خوشاب	6
ایجادات	بلال افتخار	7
ہیمبرگ۔ جرمنی کا دوسرا بڑا شہر اور اہم بندرگاہ	رانا عبدالوحید خاں	9
دہی کی افادیت	شیراز وحید خان	11
غزل	بشیر بدر	11
غزل	احمد مبارک،چوہدری محمد علی مضطر	12
کیا کروگے۔ افسانہ	طلعت سلیم	12
کیا آپ جانتے ہیں	رانا محمد حسن خان	14
حکمت کی باتیں	عاصی صحرائی	15
غزل	وارث شاہ،بلے شاہ،حامد برنی	16
غزل	مختار الدین احمد مختار رادھرم یو کے،عباس تابش	17
حضرت خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی	رانا عبدالرزاق خاں	18
غزل	سید ذلان شاہ،اسد اعوان،افضل گوہر	19
دل کا معاملہ ہے	رضا علی عابدی	20
کشت زعفران	عاصی صحرائی	21
نیا قومی ترانہ	عاصی صحرائی	22
ایک غزل نما وصیت	ماہد منظور طاہر	22
قرآن کی صداقت کا ایک بین ثبوت	زکریا ورک	23
گلدستہ	سید حسن خان	25
ڈاکٹر عبدالسلام کا خط۔ ملالہ کے نام	عاصی صحرائی	26
غزل	منور احمد کنڈے،ریاست رضوی	28
دیوالی مبارک	نیلم جوگن،سوہن راہی	29

نامے جو میرے نام آتے ہیں

محترم عرفان دہلوی صاحب جرمنی سے لکھتے ہیں:

رانا صاحب قندیل بھیجنے پر شکریہ۔ اَدب کی خدمت کرتے رہیئے۔ خدا تعالیٰ آپ کی یہ خدمت قبول کرے۔ آمین۔

سوہن راہی صاحب لندن سے رقم طراز ہیں:

رانا صاحب آپ بہت ہی مشکل اور اچھا کام کر رہے ہیں۔ ایسا بہترین میگزین پہلے دیکھنے میں نہیں آیا۔ جاری رکھیں۔ شکریہ۔

ریاست رضوی صاحب لندن سے فرماتے ہیں:

اَدب کی خدمت بہت بڑا کام ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے بلند مقاصد پورا کرے۔ آمین۔

صغیر جعفری ٹیکساس سے لکھتے ہیں:

آپ کا قندیل مل گیا ہے۔ شکریہ بہت اچھا ہے۔

شاہد قریشی کہتے ہیں:

ڈیئر رانا صاحب شکریہ۔ آپ کا قندیل بھیجنے کا۔ اس میں کئی جگہ ڈبل تحریر اور پروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

عبدالحئی بشارت کنیڈا سے لکھتے ہیں:

رانا صاحب السلام وعلیکم۔ ایک ایڈیٹر کے لئے ایک شمارہ نکالنا بڑی محنت کا کام ہوتا ہے۔ میں اپنی طالب علمی کے دور میں المنار کا ایڈیٹر رہ چکا ہوں۔ لاہور سائیکالوجی کی تعلیم کے دوران راوی میں بھی لکھتا تھا۔ اب ٹورانٹو میں ہوتا ہوں۔ تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کنیڈا کا جنرل سیکٹری ہوں۔ لہذا آپ کا میگزین بہت عمدہ ہے اور تعریف کے قابل ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ آمین۔

جناب ہادی علی چوہدری کنیڈا سے رقم طراز ہیں:

جناب رانا صاحب السلام وعلیکم، آپ ہمیشہ مجھے اپنا یہ انمول رسالہ بھیجتے ہیں اور میں ہمیشہ ہی اس سے لطف اندوز ہوتا ہوں، بہت ہی اعلیٰ اور چنیدہ شاعری، بہت کارآمد اقوال اور انتہائی علم وحکمت کی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر کی بہترین جزا دے اور آپ کے اس ادب پارے کی قندیل کی لو کو بلند سے بلند تر کرتا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ خاکسار، ہادی علی چوہدری کنیڈا

غازی مجاہد صاحب کنیڈا سے فرماتے ہیں:

پیارے رزاق صاحب السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ و برکاۃ۔ کسی دوست نے مجھے اکتوبر کا قندیل ادب بھیجا ہے۔ پڑھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی کہ آپ ساری دنیا میں یہ رسالہ ارسال کرتے ہیں اور سب ممالک سے لوگ اس میں اپنی من پسند غزلیں اور معلومات چھاپنے کے لئے بھی ارسال کرتے ہیں۔ آپ اس کاوش پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کیا یہ رسالہ پرنٹ بھی ہوتا ہے؟ شکریہ۔ آپ کے جواب کا منتظر۔ غازی مجاہد کنیڈا۔

گزارش ہے کہ فی الحال یہ رسالہ صرف انٹرنیٹ اور ویب سائٹ پر ہی دستیاب ہے۔ ادارہ۔

خوش خبری

ادارہ قندیل ادب کی ۲۴ شماروں پر مشتمل ایک کتاب مرتب کروا رہا ہے جو کہ جلد ہی ۲۰۱۵ء کے وسط تک منظرِ عام پر آ جائے گی۔ احباب اپنی کاپی دس پونڈ میں بک کروا سکتے ہیں۔ اس سے ہمیں اس کی تعداد اور آپ کے شوق اور تعاون کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ کاپی بک کرنے کے لئے بذریعہ ای میل یا فون سے رابطہ۔ شکریہ۔

میر تقی میرؔ... غزل

تھا مستعارِ حُسن کے اُس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرّہ ظہور تھا
ہنگامہ گرم کُن جو دلِ ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شورِ نشور تھا
پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا
آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یک شعلہ برقِ خرمنِ صد کوہِ طور تھا
مجلس میں رات اک ترے پرتو کے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بے حضور تھا
ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اس شوخ کو بھی راہ پر لانا ضرور تھا
منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا
اُس رند کی بھی رات کٹی جو کہ عور تھا

ڈاکٹر محمود الحسن....غزل

اللہ اللہ وہ حسینؓ ابنِ علی جس کے لئے
کربلا کی حشر سامانی تھی جنت کی امیں
بالیقیں وہ شخص سردارانِ جنت میں سے تھا
سر بُریدہ دیکھتے تھے جس کو جنت کے مکیں
وہ سراپا عشق تھا،معراج تھی اُس کی نماز
روح اُس کی عرش پر تھی خاک پر اُس کی جبیں
دیکھتی تھی فتنۂ شاہنشہی آتے ہوئے
آنے والے دور میں اُس کی نگاہِ دُوربیں
کیوں سمجھ پایا نہ اُسے دُشمنِ رسولؐ
ایک تھا خونِ حسینؓ اور خونِ المرسلینؐ
جانے کیسی طاقتِ پرواز تھی اُس خون میں
ہوگئی جس خوں سے خاکِ کربلا گردوں نشیں
کر عطا اُمت کو یا ربّ عزم و ایثارِ حسینؓ
ہو عطا پھر ملّتِ بیضا کو اِک حصنِ حصین
”ہر طرف کُفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدینؒ“

حسن رہتاسی....قرآن

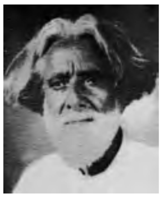

ہے فقط قرآن ہی دنیا میں کتابِ زندگی
کھولتا ہے جس کا ہر اِک لفظ بابِ زندگی
اس کی کسرِ شان تھی ورنہ میں کہہ دیتا اسے
ماہتابِ زندگی یا آفتابِ زندگی
اس بشر کی زندگی میں موت آسکتی نہیں
اس صحیفہ سے جو کر لے اکتسابِ زندگی
کر نہ سکتا تھا سکندر خواہشِ آبِ حیات
پیتا اس چشمہ سے گر اک گھونٹ آبِ زندگی
مرچکی تھی ساری دنیا پھر نئے سرے سے کیا
جس نے زندہ کیا وہ یہی تو ہے سحابِ زندگی
ہاں ذرا ہم کو بتا دے کوئی بھی اہلِ کتاب
ایسا جس کے پاس ہو کامل نصابِ زندگی
زندگی قرآن پر ہو موت بھی قرآن پر
مومنوں کا ہے یہی لُبِ لبابِ زندگی
دے رہے تھے درس جب فضلِ عمر بولے حسنؔ
چھیڑتے ہیں یوں خدا والے رُبابِ زندگی

ساقی فاروقی لندن....غزل

سائے کی طرح ساتھ یہ دنیا ضرور ہے
سائے کا اعتبار مگر کیا ضرور ہے
اب بھی ہمارے پاؤں سے لپٹی ہوئی ہے عمر
مرنے کا انتظار ہے جینا ضرور ہے
راتوں کو گونجتی ہے سدا ایک ہی صدا
اے صاحبانِ خواب بکھرنا ضرور ہے
یہ کیا کہ ایک عمر تجھے ڈھونڈنے کے بعد
تجھ سے ملے ہیں اور بچھڑنا ضرور ہے
اور وہ جو دلنواز تھا وہ تو چلا گیا
ایک سوگوار یاد سے رشتہ ضرور ہے
ناموں کا اک ہجوم سہی میرے آس پاس
دل سُن کے ایک نام دھڑکتا ضرور ہے

باقر نقوی لندن....غزل

ہمیشہ اک نئی رُت سے نبھانا پڑ رہا ہے
عجب رنگوں سے اپنا گھر سجانا پڑ رہا ہے
مبارک ہو ہمارے مہرباں چارہ گروں کو
دوا کے طور پر اب زہر کھانا پڑ رہا ہے
جہاں کی خاک خوشبو بسی ہے بچپنے کی
وہ گلیاں چھوڑ کر پردیس جانا پڑ رہا ہے
ہوائیں خود دھماکہ خیز اتنی ہیں کہ اب تو
ہواؤں کو چراغوں سے بچانا پڑ رہا ہے
ستم کیا ہے کہ جس پر خوں کے آنسو رو رہے تھے
وہ سارا ماجرا گا کر سنانا پڑ رہا ہے
مری شاخوں سے اب چنگاریاں گرنے لگی ہیں
تو ہم کو سبز پیڑوں کو جلانا پڑ رہا ہے

مرے نزدیک یہ توہین ہے ان بازوؤں کی
جنہیں تکذیب کا پرچم اُٹھانا پڑ رہا ہے
انوکھی خواہش کے رنگ سے منظر بنے تھے
اُنہیں خود اپنے ہاتھوں سے مٹانا پڑ رہا ہے

علی ارمان لندن....ثمینہ راجہ کے نام

جس روز شاعری کی خوشی ختم ہوگئی
سمجھو کہ زندگی بھی مری ختم ہوگئی
اے شہر میں نہ کہتا تھا جانے دے دشت میں
لے آخری سڑک بھی تری ختم ہوگئی
یادوں کے آسماں پہ پرندوں کی اک قطار
آہستگی سے چلتی ہوئی ختم ہوگئی
آنسو تمہاری آنکھ میں دیکھوں گا کس طرح
یہ سوچنے میں دل کی گلی ختم ہوگئی
آج ایک خواب جاگتے میں لے اُڑا مجھے
اُمید کی میانہ روی ختم ہوگئی
اے زُلفِ زندگی ترے بست و کشاد میں
ہم سادگاں کی سادہ دلی ختم ہوگئی
وہ قحطِ اشک و آہ کا موسم گزر گیا
تجھ سے بچھڑ کے ساری کمی ختم ہوگئی
آخر تجھے بھی مل گیا اک زخم کام کا
ارمانؔ تیری در بدری ختم ہوگئی

عظمیٰ صدیقی لندن....غزل

ہر ایک شعبدہ گر سامری سے بڑھ کر ہے
یہ فن ہے وہ کہ فنِ شاعری سے بڑھ کر ہے
ہر ایک ظلم پہ خاموش رہنے والو سنو!
تمہاری خامشی اب خودکشی سے بڑھ کر ہے
اے گل زمیں رہے حرمت تری سدا قائم
ترا خیال مجھے زندگی سے بڑھ کر ہے
متاعِ جاں بھی لٹادوں جو تو اشارہ کرے
کوئی بھی شے نہ تری دوستی سے بڑھ کر ہے

کہیں بھی رہوں میں تصور ترا ہے ساتھ مرے
سرورِ یادِ وطن ہر خوشی سے بڑھ کر ہے
ترے لئے ہی کمایا ہے زرمشقت سے
یہ جسم و جاں کی تھکن تازگی سے بڑھ کر ہے
ہیں عظمیٰؔ ہم بھی انہی سادہ لوح لوگوں میں
کہ سادگی ہی جنہیں سروری سے بڑھ کر ہے

عبدالجلیل عبادؔ....غزل

کچھ بھول گئے کچھ یاد رہے، کچھ دل میں ہی آباد رہے
اے شہرِ نگاراں کچھ دن ہم تیری گلیوں میں آزاد رہے
پھر دیس نکالا دے ہی دیا اس وقت کے جلتے سورج نے
جب تو نہ رہا تو کیا پروا ہ ہم شاد رہے ناشاد رہے
تری یاد کی سرسوں سینے میں، مرجھائی نہیں ابھی تازہ ہے
اشکوں میں ڈبو کر شاخِ دل رکھی ہے کہ تو آباد رہے
بے مہر نہ تھی میری دھرتی ماں، میں جانتا ہوں، پہچانتا ہوں
ترے بچے تو بے دادگروں کے ہاتھوں سے برباد رہے
ہم اہلِ جنوں تو لکھ لکھ کر تاریخ بناتے ہیں تاکہ
روئداد ہماری نسلوں کو اپنوں کی ہمیشہ یاد رہے

محمود شام کا تبصرہ....اختر شاہ کے مجموعہ کلام پر

صدائے ضمیر میرے سامنے ہے آواز آرہی ہے
اپنے من کی آگ میں جل کر تو دیکھ
عشق کے سانچے میں آ ڈھل کر تو دیکھ
بڑھ کے چومے گی قدم فصلِ عروج
نقشِ پائے رفتگاں چل کر تو دیکھ

میں مختلف اوراق پلٹ رہا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ کبھی دلّی کی گلیوں سے گزر رہا ہوں، کبھی لکھنؤ میں کوچہ گردی ہو رہی ہے۔ کبھی لاہور لاہور ہے کی صدا آتی ہے، حسنِ تغزّل بھی ہے، طنز و ظرافت بھی۔ سہلِ ممتنع بھی اور کچھ مشکل اصطلاحات اور تراکیب بھی۔ روایت بھی ہے، جدت بھی، حالاتِ حاضرہ کا کرب بھی۔ عشق کی تکمیل کی خواہش بھی، چاہیئے پیار کی چھت اور در و بام خلوص۔ تین لفظوں سے گھر آباد کہاں ہوتے ہیں۔ ولی دکنی کے زمانے کی زبان بھی بہت لطف دیتی ہے:

ان نے چہرہ جو بے نقاب کیا
فصلِ گل کو عطا شباب کیا
کوئی بھولے سے گر ثواب کیا
کون جانے وہ کس حساب کیا

میں پہلی بار ان کے اشعار پڑھ رہا ہوں۔، اگرچہ انہیں سنا ایک زمانہ پہلے تھا۔حیران بھی اور اپنی لاعلمی پر پشیمان بھی کہ اتنی متنوع شاعری میری نظر سے پہلے کیوں نہ گزری۔

جمہوریت کے شغل کی توسیع کے لئے
ہے کاروبارِ گورِ غریباں عروج پر
کبھی صورت گرِ تاریخ تھا میں
اور اب تاریخ کا مارا ہوا ہوں

واہ۔کیا اندازِ بیاں ہے اور تاریخ کا شعور، کلاسیکی انداز بھی راستہ روک لیتا ہے۔

زلف بالیں پہ وہ جب آ کے جھک جاتے ہیں
سانس جاتے نہیں سینے میں اٹک جاتے ہیں

حالات کا ماتم بھی ہے، زمانے کی تلخیوں پر افسوس بھی۔ اپنی دینی اقدار اور تعلیمات سے عقیدت بھی۔اردو فارسی اور عربی تغزل کی جھلکیاں بھی۔

شاہؔ کہہ دیجیئے غلاموں سے
گھنگروں کے بغیر خام ہے رقص
حسن کی رعنائیاں دو چار دن
عارضی پرچھائیاں دو چار دن

ظرافت میں بھی ان کے جوہر خوب کھلتے ہیں، طنز کے نشتر میں گہرائی بھی ہوتی ہے، اور معانی کے دریا بھی۔تاریخ کے جن ادوار سے ان کا سامنا ہوتا ہے وہ بھی شعری تجربے میں ڈھل جاتے ہیں۔یہ جھلکیاں بھی ان کے قاری کو جگہ جگہ نظر آ ئیں گی۔

انتخابات کیا ہوئے ہمدم
کفر و اسلام مل گئے باہم
رات بھر اس عظیم محفل میں
ایک آواز تھی، چھما چھم چھم

شاہ صاحب لکھتے رہیں ، قارئین کے دل گرماتے رہیں۔ ان کے مضامین میں بہت تنوع بھی ہے انفرادیت بھی اور وسعتیں بھی۔ملکی اور بین الاقوامی معاملات کا ادراک بھی۔صدائے ضمیر یقیناً میرے اور آپ کے ضمیر کو بھی بیدار کرے گی۔

محمود شام کراچی۔ ۳۱ مارچ ۲۰۱۴ء

اختر شاہ....غزل

دل کی آنکھوں سے جو خوں نابہ فشاں ہوتے ہیں
ان کے اشعار فقط، وردِ زباں ہوتے ہیں
قہقہے جن کے چھپانے کو فغاں ہوتے ہیں
اب وہ دیوانے مری جان کہاں ہوتے ہیں
ایسے شاہیں بھی سرِ باغِ جہاں ہوتے ہیں
بے پر و بال جو پرواز کناں ہوتے ہیں
قتلِ عشاق میں کوئی نہیں ثانی ان کا
اپنے چہروں سے جو معصوم گماں ہوتے ہیں
غیرتِ عشق و وفا تخت نشینوں سے نہ مانگ
یہ جواہر تو غریبوں میں نہاں ہوتے ہیں
ہم قفس میں ہیں تخیّل نہیں زنجیر بپا
کوچہ یار میں رہتے ہیں جہاں ہوتے ہیں
اپنی قسمت کا ہر اک درد ہمیں دیدیجے
درد آغوش میں زخموں کی جواں ہوتے ہیں
مقتلِ عشق میں ظالم کی یہ معصومی دیکھ
تیغ بھی چلتی ہے آنسو بھی رواں ہوتے ہیں
تنگِ دیں کہنے سے حاصل نہیں واعظ کچھ بھی
ہم سے دیوانے تو مسجودِ بتاں ہوتے ہیں
چاہیئے پیار کی چھت اور در و بامِ خلوص
تین لفظوں سے گھر آباد کہاں ہوتے ہیں
اک ستارے سے تو موسوم نہیں ہیں اخترؔ
ہم تو ہر رنگ میں اک کاہکشاں ہوتے ہیں

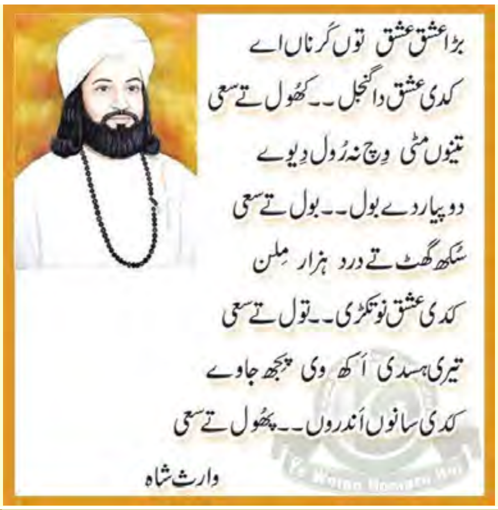

کالی مرچ۔مصالحوں کی ملکہ

کالی مرچ کا استعمال صدیوں سے ہے اس کے پتے نوکدار اور پانچ سے چھ انچ تک لمبے اور تین انچ تک چوڑے ہوتے ہیں ۔کالی مرچ قبل از مسیح سے کھانوں میں ناگوار بو ختم کرنے اور ادویاتی استعمالات میں بلغم کے اخراج اور تحریک پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جاتی رہی ہے، کالی مرچ معدے کو تحریک دے کر ہائیڈروکلورک ایسڈ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور یہ ایسڈ پروٹین اور دیگر غذاؤں کو ہضم کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔مشی گن کینسر سنٹر کی تحقیق کے مطابق کالی مرچ چھاتی کے کینسر کو پیدا ہونے میں مزاحم ہے۔اس کے علاوہ کالی مرچ جلدی اور بڑی آنت کے کینسر کا جسم میں پھیلاؤ روکنے میں مددومعاون سمجھی جاتی ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ کرکومن نامی مرکب کے ساتھ کالی مرچ کا استعمال دماغی خلیوں کی حفاظت کے لئے نہایت مددگار رہے۔کالی مرچ کی اوپر اولی تہہ ایسے اجزا سے بھرپور ہوتی ہے، جو چکنائی سے بھرپور خلیوں میں کمی واقع کرنے کا سبب بنتی ہے۔رنگ صاف کرنے والی کریم میں پسی ہوئی کالی مرچ ملا کر استعمال کرنے سے جلد کے مردہ خلیوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور جلد کو زیادہ تعداد میں مختلف اجزاء اور آکسیجن ملتی ہے، جس سے جلد صاف اور چمکدار بن جاتی ہے۔ان کے علاوہ نزلہ و زکام کی وجہ سے بند ناک کو کھولنے، ڈپریشن میں کمی، قوت قلب میں اضافہ اور اینٹی آکسائیڈنٹس میں اضافہ کے لئے بھی کالی مرچ کا استعمال مفید ہے۔

(روزنامہ پاکستان 9 جولائی 2014ء)

صحرائے اعظم دنیا کا سب سے بڑا ریگستان

(رجل خوشاب)

دنیا کے سب سے بڑے صحرا کا زیادہ تر حصہ شمالی افریقہ کے علاقوں پر مشتمل ہے۔جو تقریباً 5149 کلومیٹر لمبا ہے۔یہ علاقہ مصر سے سوڈان تک جبکہ مغرب میں ماریطانیہ اور سپین کی سرحدوں تک چلا جاتا ہے۔درمیان میں کئی ممالک آتے ہیں۔ جیسے الجزائر، چاڈ و اور نائیجر وغیرہ۔

صحرائے اعظم کا رقبہ 86 لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔اس کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا رقبہ پورے ریاست ہائے متحدہ امریکا کے برابر ہے۔ایک طرف اس کی سرحد بحیرہ روم سے ملتی ہے۔شمال میں یہ صحرا اطلس کی پہاڑیوں تک پھیلا ہوا ہے۔مغرب میں اس کی سرحد بحر اکاہل تک ہے اور مشرق میں یہ بحیرہ احمر تک جاتا ہے۔صحرائے صحارا کی سرحدی پٹی 5150 کلومیٹر لمبی ہے۔شمال اور جنوب میں اس صحرا کی کوئی واضح سرحدی لائن نہیں ہے۔لیکن یہاں 62 میل چوڑا ایک ایسا چٹیل میدان ہے جو آہستہ آہستہ صحرا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔جنوب میں صحارا اور سوانا کے سرسبز میدان کے درمیان سوڈان کا وہ علاقہ ہے جو ''ساحل'' کہلاتا ہے۔اس ریگستان میں پہاڑوں کے دو سلسلے ہیں۔ایک 204,11 فٹ بلند اور دوسرا 9852 فٹ بلند ہے۔ صحارا عربی لفظ ''صحرا'' کی جمع ہے جس کے معنیٰ ''ریگستان'' کے ہیں لیکن اس صحرا کے مختلف حصوں کے اپنے علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔مثلاً جنوب مغربی الجزائر اور شمال مشرقی مالی میں یہ ''تیزرنٹ'' کہلاتا ہے۔صحارا کا مشرقی حصہ ''تیزی'' یعنی خوفناک میدان کہلاتا ہے۔یہ صحرا افریقہ کے دس ملکوں میں منقسم ہے۔شمال میں مراکش، الجزائر، تیونس، لیبیا اور مصر ہیں۔جنوب میں ماریطانیہ، مالی نائیجیر، چاڈ اور سوڈان ہیں۔اس صحرا کا ایک 11 واں علاقہ بھی ہے، جس کے بارے میں ماریطانیہ اور مراکش میں تنازعہ ہے۔یہ علاقہ ''مغربی صحارا'' ہے۔اکثر لوگ صحارا کو ریت کا ایک نہ ختم ہونے والا سمندر سمجھتے ہیں۔جس میں اڑتی ہوائیں اس ریت کو ٹیلوں میں تبدیل کرتی رہتی ہیں۔ درحقیقت ہوا جس انداز میں ریت کو ٹیلوں میں تبدیل کرتی ہے۔اس سے یہ ایک حسین منظر بن جاتا ہے۔یہ ٹیلے 755 فٹ کی بلندی تک ہوتے ہیں۔صحارا میں سب سے گرم مہینے جولائی اور اگست کے ہوتے ہیں جبکہ جنوبی حصے میں مئی اور جون سب سے زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ایک طرف دن کے وقت موسم اتنا گرم ہوتا ہے تو دوسری طرف راتیں انتہائی ٹھنڈی ہوتی ہیں۔رات کو درجہ حرارت غیر معمولی طور پر گر جاتا ہے اور شمال کے بلند علاقوں میں کہرا اور برف تک جم جاتی ہے۔تیز دھوپ کے علاوہ صحارا کے موسم کی ایک اہم خصوصیت وہ تیز ہوا جو روز چلتی ہے اور اپنے ساتھ ریت اور مٹی لے کر آتی ہے۔اس ریگستان میں ایسے مقامات بھی ہیں جو سال میں 70 دن تک طوفان کی زد میں رہتے ہیں۔صحارا بالکل چٹیل بھی نہیں ہے اس میں کہیں کہیں پودے بھی اگتے ہیں۔ایسے پودے جو صحرا میں پرورش پا سکتے ہیں اور جنہیں زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔صحارا کے شمالی علاقے میں کھجور کے درخت ہوتے ہیں جبکہ جنوبی حصہ میں کیکر اور مختلف قسم کی جھاڑیاں پائی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ بڑے جانوروں میں ایک قسم کا کینگرو اور ہرن بھی پائے جاتے ہیں۔صحارا کا علاقہ صدیوں سے قافلوں کے لئے گزرگاہ بنا ہوا ہے۔یہ علاقہ ہمیشہ سے ہی ایک ریگستان نہیں تھا۔اس کے موسم میں مختلف ادوار میں تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔آثار قدیمہ کے ماہرین کو یہاں ایسے آثار ملے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے یہاں کبھی انسان کے علاوہ بڑے جانور، بھینس، ہاتھی وغیرہ بھی پائے جاتے تھے۔

اس بے آب وگیاہ صحرا میں یوں تو زندگی کا تصور خام خیالی محسوس ہوتا ہے لیکن یہاں صدیوں سے خانہ بدوش آباد ہیں۔یہاں چار قسم کے لوگ آباد ہیں۔ان میں

زیادہ تر ''بربر'' نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ شمالی علاقہ میں عرب بربروں کی تعداد زیادہ ہے۔ مغرب میں مورز (Moors) نسل کے افراد رہتے ہیں۔ جنوب وسطی پہاڑوں کے نزدیک توریگ (Tuareg) آباد ہیں جبکہ تبتی پہاڑوں اور جنوبی صحارا میں ٹیڈا کی تعداد زیادہ ہے۔ ان لوگوں نے یہاں کے موسم اور حالات سے سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ زمانہ قدیم میں صحارا کے رہنے والے اونٹ، بھیڑ، بکریاں پالتے اور ان سے ہی اپنی گزر بسر کیا کرتے تھے۔ طاقتور قبیلے ہی صحرا پر حکمرانی کرتے۔ نخلستان کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھتے اور صحرا سے گزرنے والے قافلوں سے تمام کاروبار کرتے۔ خاص طور پر ''توریگ'' اپنی بہادری، شجاعت اور جنگجو آنہ خوبیوں کی وجہ سے مشہور تھے۔ صدیوں تک صحارا کا راستہ ہی ایسا ذریعہ تھا جس سے گزر کر افریقہ کے باشندے افریقہ کی شمالی بندرگاہوں تک پہنچتے اور اپنے ساتھ سونا، ہاتھی دانت اور نمک لاتے اور اس کی تجارت کرتے تھے۔

(روزنامہ ایکسپریس 26 جولائی 2014ء)

ایجادات.... بلال افتخار

جسم کی حرارت سے موبائل چارج

سائنسدان ایک ایسا مادہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس کی تہہ یا پرت کو موبائل فون کے اوپر چڑھانے کے بعد جب یہ پرت جسم سے ٹکرائے گی تو جسم کی حرارت توانائی میں تبدیل ہونے لگے گی۔ اس طرح جاگنگ کرتا شخص بآسانی اپنے موبائل فون کی بیٹری کو جسم کی حرارت سے چارج کر سکے گا۔ حرارت کو توانائی میں تبدیل کرنے کا یہ طریقہ امریکا میں واقع شمال کیرولینا کی یونیورسٹی آف ویک فارسٹ کے طالب علم نے تخلیق کیا ہے۔ اس طالبعلم کے مطابق ضائع ہو جانے والی حرارت کو قابل عمل بنانے کا خیال کوئی نیا نہیں ہے، لیکن اس طریقے سے استعمال ہونے والی اشیاء پر اخراجات بہت زیادہ آتے ہیں، مگر ان کے تخلیق کردہ طریقے میں اخراجات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس حوالے سے مرکز برائے نینو ٹیکنالوجی اور مالیکولر میٹریلز کے ڈائریکٹر David Carroll کا کہنا ہے کہ اس مادے سے بنائی گئی وہ تہہ جسے موبائل کی بیٹری پر چڑھایا جائے محض ایک ڈالر لاگت آئے گی جو نہایت مناسب ہے۔ نینو ٹیکنالوجی کے حامل مادے کے مستقبل کے حوالے سے ماہرین کا کہنا ہے کہ اسے ہم پائپوں کے اوپر اور چھتوں پر لگائے گئے ٹائلز کے نیچے اور بالخصوص گاڑیوں کی سیٹوں کے کورز میں استعمال کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ڈرائیونگ کے دوران سیٹوں سے کافی مقدار

میں حرارت ضائع ہوتی ہے۔ اس ضائع ہونے والی توانائی کو مفید شکل دینے میں Power Felt مادے سے بنی سیٹیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ مادہ بآسانی اس حرارت کو توانائی میں تبدیل کر دے گا۔ حرکی برقیات (Thermoelectrics) کے طریقے سے کام کرنے والا یہ نینو ٹیوبس سے بنا مادہ گاڑیوں کی ضائع ہونے والی توانائی کی بجلی میں بھی تبدیل کر سکتا ہے۔ جس سے گاڑیوں میں پٹرول کا فی میل تناسب بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ گاڑیوں کے ائیر کنڈیشننگ اور ریڈیو نظام کی کارکردگی میں بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ماہرین کو امید ہے کہ اس مادے کی بدولت مستقبل میں سردیوں کے موسم میں بھاری بھرکم گرم کپڑوں سے نجات مل جائے گی، کیونکہ Power Felt کپڑے سے عام سی موٹائی والی جیکٹس تیار کی جا سکیں گی، جو سردیوں میں جسم کی اندرونی حرارت کے باعث چارج ہو کر جسم کو گرم رکھیں گی۔ اس کے علاوہ ماہرین اس مادے کو ہنگامی حالات میں استعمال ہونے والے آلات مثلاً فلیش لائٹس وغیرہ کی فوری چارجنگ میں بھی اہم پیش رفت قرار دے رہے ہیں۔

(سنڈے ایکسپریس 15 اپریل 2012ء)

دنیا کا سب سے بلند جھولا

امریکہ کے امیوزمنٹ پارک میں ڈراپ آف ڈوم نامی اس جھولے کو دنیا کا سب سے اونچا جھولا قرار دیا گیا ہے۔ اس جھولے کی اونچائی 41 منزل جتنی ہے۔ ڈراپ آف ڈوم جھولا جھولنے والوں کو 415 فٹ اونچائی کی طرف لے جا کر 90 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین پر لے آتا ہے۔ (روزنامہ دنیا 9 جولائی 2014ء)

دنیا کا سب سے بڑا پھول

فرانس میں 4 فٹ بڑا پھول کھلا ہے۔ یہ پھول قدرتی طور پر کسی مردہ جانور کی طرح بدبودار ہوتا ہے جس کی بو کیڑوں کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ اس نایاب پھول کے پودے کی عمر چالیس سال ہوتی ہے جس پر صرف ایک پھول ایک دن یا چند گھنٹوں کے لئے ہی کھلتا ہے۔ یہ پودا درحقیقت انڈونیشیا میں پایا جاتا ہے اور اس کے پھول کو دنیا کا سب سے بڑا پھول تصور کیا جاتا ہے۔

(روزنامہ دنیا 5 جولائی 2014ء)

بانسوں سے بنا فائیو سٹار ہوٹل

انڈونیشیا میں ایک جزیرے پر بانس کی لکڑیوں سے خوبصورت فائیو سٹار ہوٹل بنایا گیا ہے۔ جزیرے بالی پر بنا یہ گرین ویلیج یہاں کا فائیو سٹار ہوٹل ہے جس کے آس

پاس کے گھنے جنگل اور دریا نے اس کی خوبصورتی اور بھی بڑھا دی ہے۔ جس میں سیڑھیاں، کمرے، شٹرز اور پل بھی بانس ہی سے بنائے گئے ہیں، یہاں 18 کمرے ہیں جہاں سیاح آ کر آرام کر سکتے ہیں۔ اس ہوٹل میں ایک روز قیام کرنے کا کرایہ 70 پاؤنڈ ہے۔ (روزنامہ دنیا 4 اگست 2014ء)

انسانی اعضاء کو زندہ رکھنے والی مشین

میڈیکل سائنس میں ایک جدید مشین تیار کی گئی ہے جو انسان کے اعضا کو بدن سے باہر زیادہ دیر تک زندہ رکھنے میں مدد فراہم کرے گی، جنوب مشرقی برطانیہ میں واقع ہیر فیلڈ ہسپتال کے سرجنز نے اس مشین کا استعمال شروع کیا ہے اور اس کا مقصد عطیہ کئے گئے انسانی اعضاء بالخصوص دل کو زیادہ دیر تک زندہ رکھنا ہے، مشین سے انسانی دل کو بدن سے باہر آٹھ گھنٹے تک زندہ رکھا جا سکتا ہے۔

(روزنامہ دنیا 4 اگست 2014ء)

انوکھا پنک پیراڈائز گیسٹ ہاؤس

برطانیہ میں پی پی ایچ نامی ایک ایسا گیسٹ ہاؤس بنایا گیا ہے جس کا گلابی رنگ توجہ کا مرکز بن چکا ہے۔ پنک پیراڈائز ہاؤس کو 4 سال کی محنت سے بنایا گیا ہے۔ یہ گیسٹ ہاؤس اپنے آغاز ہی میں کئی اہم شخصیات کی میزبانی کر چکا ہے۔ 13 کمروں پر مشتمل اس گیسٹ ہاؤس کا ہر کمرہ پنک اور سنہری رنگ سے سجا ہوا ہے، جبکہ کھڑکیوں پر فیری لائٹس لگی ہوئی ہیں، جن کے باعث یہاں آئے مہمانوں کو فیری لینڈ میں ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اس گیسٹ ہاؤس میں ہر چیز گلابی رنگ کی ہے، صوفے، کرسیاں، میز، بیڈ اور یہاں تک کہ برتن بھی گلابی رنگ کے ہیں۔ یہاں مشروبات بھی گلابی رنگ کے ہی ملتے ہیں اور اگر آپ اس گیسٹ ہاؤس کی کار استعمال کرنا چاہیں تو وہ بھی گلابی رنگ کی ہی ملے گی۔ (روزنامہ دنیا 4 اگست 2014ء)

لہسن دماغی کینسر کے لئے مفید

امریکی تحقیق کے مطابق لہسن نہ صرف دماغ میں کینسر کی پیدائش بلکہ اُسے پھیلنے سے روکنے کے لئے بھی مدافعتی آکسیجن پیدا کرتا ہے۔ لہسن میں پائے جانے والے اجزاء اینٹی بائیوٹک ادویات سے سو فیصد زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔

(روزنامہ ایکسپریس 2 جولائی 2014ء)

اشارے کی زبان کو تحریر میں تبدیل کرنے والی ڈیوائس

ملائشیا اور نیوزی لینڈ کے ماہرین نے ایک ایسی مشترکہ ڈیوائس تیار کی ہے جو بولنے اور سننے کی صلاحیت سے محروم افراد کی زندگی کو بدل دے گی۔ ماہرین نے آٹومیٹک سائن لینگوئج ٹرانسلیٹر نامی ڈیوائس تیار کی ہے۔ جو اشاروں کی زبان کو تحریر میں تبدیل کر کے عام لوگوں کو سمجھانے میں مدد فراہم کرے گی۔ اور اسے کئی زبانوں میں استعمال کیا جا سکے گا۔

(روزنامہ پاکستان 8 جولائی 2014ء)

منفرد سڑک

جنوبی کوریا نے ایک ایسی سڑک بنائی ہے جو اس پر چلنے والی الیکٹرک گاڑیوں کی بیٹری چارج کرتی ہے۔ اس سڑک کی لمبائی 12 کلومیٹر ہے۔ اس وقت دو عوامی بسیں اس ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اس کی چارجنگ کا طریقہ کار یہ ہے کہ بس کے نیچے لگا ہوا ایک آلہ سڑک سے Shaped Megnetic Field نامی ٹیکنالوجی کے ذریعہ توانائی حاصل کرتا ہے۔ سڑک کے نیچے نصب بجلی کی تاروں کے ذریعے الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ پیدا کی جاتی ہے جس سے بس کے نیچے لگا آلہ بجلی بناتا ہے۔

ہوا میں اڑنے والی موٹر سائیکل

ڈچ ماہرین نے Pal-V نامی تین پہیوں والی موٹر سائیکل تیار کی ہے جو نہ صرف سڑک پر 112 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتی ہے، بلکہ اڑ بھی سکتی ہے۔ موٹر سائیکل کو اڑنے کے لئے صرف 10 منٹ درکار ہوتے ہیں، جس کے بعد یہ ہیلی کاپٹر بن جاتی ہے۔ موٹر سائیکل کے اوپر لگے پنکھے کی بدولت یہ 4 ہزار فٹ کی بلندی تک اڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(روزنامہ دنیا 15 جولائی 2014ء)

ہیمبرگ ..جرمنی کا دوسرا بڑا شہر اور اہم بندرگاہ

(راناعبدالوحید خاں)

ہیمبرگ جرمنی کا دوسرا سب سے بڑا شہر اور اہم بندرگاہ، غیر ملکی تجارت اور بحری جہازوں کا بہت بڑا مرکز، بندرگاہ کے صنعتی علاقے میں شپ یارڈ، ریفائنریوں اور پراسیسنگ پلانٹس واقع ہیں۔ ہیمبرگ کی بندرگاہ سمندر سے نوے میل کی دوری پر ہے۔ سطح بحر سے اس کی بلندی کوئی بیس فٹ ہے۔

اس کا آغاز ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہوا جو دریائے آلسٹر (Alster) کے دہانے پر اس مقام پر واقع ہے جہاں یہ دریائے ایلب (Elbe) میں گرتا ہے۔ دریائے آلسٹر پر بند تعمیر کرنے کی وجہ سے متعدد جھیلیں تشکیل پائیں اور ہیمبرگ کا شہر ان جھیلوں کے مابین پھیل گیا۔ اوسن آلسٹر کی جھیل کا حصہ سب سے بڑا ہے۔ اس کے اردگرد متعدد باغات اور بڑے رہائشی مکانات ہیں۔ بنن آلسٹر کا علاقہ جسے بومبارڈ کا پل اوسن آلسٹر (Alussenalster) سے جدا کرتا ہے بڑے بارونق بازاروں، ہوٹلوں، جہازی کمپنیوں اور بنکوں کے دفاتر سے گھرا ہوا ہے۔ دی کلائن آلسٹر تیسری چھوٹی جھیل ہے۔ اس کے قریب شہر کا ٹاؤن ہال ہے اس کا رقبہ 755 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی آبادی 2010-09ء کے تخمینی اعداد وشمار کے مطابق 975,783,1 نفوس پر مشتمل ہے۔ یہ جرمنی کا ایک اہم ثقافتی مرکز بھی ہے اسی مقام پر جرمنی کا سب سے پہلا اوپرا ہاؤس (Opera House) 1678ء میں تعمیر کیا گیا۔ جہاں جارج فریڈرک ہینڈل (Friedrich Hanel) (1658ء-1758ء) ڈرامے لکھتا رہا۔ کپوزر جوہانز براہمز نے (Johannes Brahms) جرمن آپیرا کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ فریڈرک گاٹلب کلاپ سٹاک (Friedrich Goggliebb Klopstock) (1724ء-1803ء) میتھیئس کلاؤڈیس (Matthias Claudius) کے زمانے میں ہیمبرگ ادبی سرگرمیوں کا بھی مرکز بن گیا۔ جرمنی کی اس سب سے بڑی بندرگاہ میں تیرتے ہوئے جدید گھاٹ، سمندر میں ایک نیا اور خوبصورت اضافہ ہے۔ یہ گھاٹ 1992ء میں بندرگاہ کے وسط میں بنائے گئے ہیں اور ان کا محل وقوع بہت اچھا ہے کیونکہ یہاں سے چند منٹ کے بعد شاپنگ سنٹر اور ہیمبرگ کی نمائش گاہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ نہ ڈوبنے والے یہ گھاٹ بحیرہ شمالی کے کھلے سمندر سے صرف 110 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ ان کی تعمیر کے اخراجات صنعتی اور تجارتی اداروں کے عطیات اور سرکاری فنڈز سے پورے کئے گئے۔ یہ گھاٹ سات ایکڑ کے مساوی رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں اور ہیمبرگ کے اوبرسی بروکا (Uberseebrucka) سے زیادہ دور نہیں ہے جہاں تیز رفتار اور خوبصورت کشتیاں اور بیڑے کھڑے رہتے ہیں یہ گھاٹ 121 سٹیل ڈالفن سے بندھے ہوئے ہیں ان میں سے ہر فولادی ڈالفن کی گہرائی 22 میٹر اور وزن سات ٹن ہے۔ ہر گھاٹ میں تقریباً سو بادبانی کشتیاں اور موٹر بوٹ کھڑی کرنے کی گنجائش ہے۔ یہاں پینے کا پانی، بجلی اور ٹیلیفون غرض کہ تمام ضروری سہولتیں دستیاب ہیں ساتھ ہی کشتیوں کے لئے پانی اور ایندھن یعنی فیول سٹیشن موجود ہے۔ ان گھاٹوں کو ہیمبرگ کی نئی تفریحی بندر گاہ کا نام دیا گیا۔ 29 ستمبر سے 3/اکتوبر 1992ء تک یہاں جہاز سازی اور میرین انجینئرنگ کا 15واں بین الاقوامی تجارتی میلہ منعقد ہوا۔ میلے میں 3 کشتیوں میں استعمال ہونے والی جدید ترین ٹیکنالوجی کی نمائش کی گئی جن میں سورج کی حرارت سے حاصل ہونے والی توانائی سے چلنے والی کشتیاں بھی شامل تھیں۔ ہیمبرگ کا قلعہ 825ء میں تعمیر کیا گیا جو بعدازاں آرچ بشپ انیسگر (Ansgar) کی جائے سکونت کی حیثیت اختیار کر گیا۔ جس نے ہیمبرگ کو اہل یورپ کے لئے عیسائیت کا ایک بہت بڑا مرکز بنا دیا۔ 845ء میں نارس وائکنگز نے اسے جلا کر راکھ کر دیا پھر اس کی از سر نو تعمیر عمل میں لائی گئی۔ اگلے 300 برسوں میں اس شہر کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آٹھ مرتبہ جلا کر خاکستر کیا گیا۔ 1460ء اور پھر 1510ء میں شاہی شہر (Imperial City) کا درجہ دے دیا گیا۔ 1842ء کی آتشزدگی اور دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں نے نہ صرف اس شہر کی خوبصورتی کو ماند کر دیا۔ بلکہ شہر کا بہت بڑا حصہ تجارتی مراکز اور پرانے گرجا گھر تباہ و برباد ہو گئے۔

13ویں صدی تک ہینسیاٹک لیگ (Hanseatic League) بشمول بالٹک کے تجارتی قصبوں لیوبک (Lubeck) بریسلاؤ (Breslao) اور ڈانزگ (Danzig) نے اقتصادی طور پر متحدہ شمالی جرمن شہروں کو مستحکم کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں تجارت کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور اس طرح ہیمبرگ روس اور فلینڈرز (Flanders) کے مابین ایک بہت بڑی تجارتی بندرگاہ بن گیا۔ اگرچہ عہد وسطیٰ میں ہینسیاٹک لیگ کو تحلیل کر دیا گیا تاہم اس کی شان وشوکت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

155ء میں یہاں سٹاک ایکسچینج قائم کیا گیا 1616ء اور 1625ء کے مابین اپنا دفاع مستحکم کرنے کے لئے سرکاری ادارے قائم کئے گئے۔ غریبوں کے لئے بھی اس شہر کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا جس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ یہاں 1604ء میں یتیم خانے اور 1605ء میں غریبوں کے علاج معالجے کے لئے تمام ساز وسامان سے آراستہ ہسپتال کا قیام عمل میں آیا۔

17ویں صدی عیسوی سے اب تک یہ بہت بڑا شہر اشاعتی مرکز چلا آ رہا ہے۔ نہروں کی تعمیر کی وجہ سے شہر میں آلودگی میں خاصی حد تک کی واقع ہو گئی ہے۔

1625ء تک یہ شہر قلعہ بند شہر بن گیا۔ اور تیس سالہ جنگ (1618ء-1648ء) کے باوجود اس نے تجارتی سرگرمیوں کو جاری وساری رکھا۔

1810ء میں نپولین کے حملے کے باعث یہ شہر اپنی اہمیت کھو بیٹھا۔ کیونکہ اسے فرانسیسی سلطنت کا حصہ بنا لیا گیا تھا تاہم نپولین کے زوال کے بعد اس شہر نے پھر آزادانہ حیثیت اختیار کر لی۔ جس کے نتیجے میں افریقہ، امریکہ اور ایشیائی ممالک کے لئے اس کی تجارتی سرگرمیوں میں تیزی آ گئی۔ دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد اسے از سرِ نو تعمیر کیا گیا۔ اس کا چڑیا گھر ہیگن بیکس ٹائر پارک ایک انتہائی خوبصورت علاقے میں واقع ہے یہاں سب سے پہلے جانوروں کو پنجروں کے بجائے مصنوعی غاروں میں رکھنے کا طریقہ اپنایا گیا۔ یہاں کیمیائی اشیاء لوہا اور فولاد بنانے کی صنعتیں عام ہیں اس کی بندرگاہ سے پھل، کافی، کاغذ، تمباکو اور گندم برآمد کئے جاتے ہیں جب کہ موٹر گاڑیاں مشینیں اور عینکوں کے اضافی پرزہ جات درآمد کئے جاتے ہیں۔ یہ ریل کے ذریعے یورپ کے تمام بڑے بڑے شہروں سے ملا ہوا ہے۔

براہمز (Brahms) اور منیڈلسن (Mendelssohn) کی جائے پیدائش بھی یہی شہر ہے۔ یہاں کی عظیم یونیورسٹی 1919ء میں قائم کی گئی ہے۔ یہاں متعدد خوبصورت عجائب گھر بھی ہیں جن میں کنستھال (Kunsthalle) 1868ء ''دی میوزیم آف آرٹس اینڈ کرافٹس (1877ء) اور دی میوزیم آف ایتھنالوجی اینڈ پری ہسٹری (Pre-History) شامل ہیں۔

7 مئی 1994ء کو اس شہر کی 805 ویں سالگرہ منائی گئی۔

باب خیبر

درہ خیبر، دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کی تاریخ اور سیاسی اہمیت کا اندازہ اسی ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر یہ درہ نہ ہوتا تو آج برصغیر پاک وہند کی تاریخ بالکل ہی مختلف ہوتی۔ بظاہر یہ کوئی وادی گل پوش ہے نہ دلکش سیر گاہ، تاہم دنیا کے کونے کونے سے سیاح درہ خیبر دیکھنے آتے ہیں۔ وہ اس دشوار گزار اور پر پیچ پہاڑی راستے کی سیاسی اور جغرافیائی اہمیت کو جانتے ہیں۔

مشہور زمانہ ڈیورنڈ لائن درہ خیبر کے بلند پہاڑوں سے گزرتی ہوئی اپنا طویل فاصلہ طے کرتی ہے یہ دنیا کا مشہور درہ سلسلہ کوہ سلیمان میں پشاور سے ساڑھے 17 کلومیٹر کے فاصلے پر قلعہ جمرود سے شروع ہوتا ہے اور تورخم (پاک افغان بارڈر) 56 کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے برصغیر جنوبی ایشیا کے وسیع میدانوں تک رسائی کیلئے چاہے وہ نقل مکانی کی خاطر ہو یا حملے کی، اس درے نے ہمیشہ تاریخ کے نئے نئے ادوار قائم کئے ہیں۔ یہ درہ قوموں، تہذیبوں، فاتحوں اور نئے نئے مذاہب کی بقاء اور فنا عروج اور زوال کی ایک مکمل تاریخ ہے۔ ایک ریلوے لائن جو فن انجینئرنگ کا عجوبہ ہے۔ 3500 فٹ اونچے درے میں سے گزرتی ہے اور لنڈی خانہ پر ختم ہوجاتی ہے جو پشاور سے 52 کلومیٹر دور ہے۔ تورخم تک پختہ سڑک جاتی ہے۔ تورخم میں سیاحوں کے لئے ایک ہوٹل بھی قائم ہے اس کی لگژری کو چز، درہ خیبر تک چکر لگاتی رہتی ہیں۔

یہاں پہاڑی سلسلہ کبھی تو اتنا کشادہ ہوجاتا ہے کہ گزرگاہ ڈیڑھ کلومیٹر ہوتی ہے اور کبھی اتنا تنگ کہ صرف 16 میٹر رہ جاتی ہے یہاں کی ریلوے لائن عجائبات میں شمار ہوتی ہے۔ جو مسلسل سرنگوں میں سے گزرتی ہوئی انتہائی پیچیدہ راستوں اور پلوں کو پار کرتی ہوئی سرحد افغانستان تک پہنچتی ہے۔ بہرحال یہ درہ خیبر ماقبل تاریخ سے آج تک اقوام عالم کی گزرگاہ رہا ہے۔ درہ خیبر، جس علاقے میں واقع ہے اسے خیبر ایجنسی کہا جاتا ہے یہ قبائلی علاقہ ''یاغستان'' کے نام سے مشہور ہے۔ قبائلی عوام اب تک اپنی قبائلی علاقے کی قدیم روایات کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے اپنے قانون اور دستور ہیں۔ ان کے تمام مقدمات اور معاملات قبائلی جرگوں میں طے کئے جاتے ہیں۔ پولیٹیکل ایجنسی کا حاکم پولیٹیکل ایجنٹ کہلاتا ہے۔ پولیس کے بجائے ایجنسی میں خاصہ دار اور خیبر رائفلز کے جوان امن وامان قائم رکھنے میں مدد دیتے ہیں خیبر ایجنسی اور تیراہ کے بیسیوں مقامات ایسے ہیں جنہیں مقامی لوگوں کے سوا اب تک کوئی دیکھ نہیں پایا۔ کسی بیرونی شخص کو وہاں جانے کی اجازت نہیں، نہ ہی قبائلی اپنے اندرونی معاملات میں کسی کی مداخلت کو پسند کرتے ہیں۔

خیبر ایجنسی میں پولیٹیکل تحصیلوں لنڈی کوتل، جمرود اور باڑہ پر مشتمل ہے اس کا رقبہ کوئی 995 مربع میل ہے اس علاقے کا انتظام براہ راست وفاقی حکومت کے تحت ہے۔ اس لئے اسے وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ یا ''فاٹا'' کہا جاتا ہے صوبہ خیبر پختونخوا کے گورنر، وفاق کے نمائندے اور صدر پاکستان کے ایجنٹ کے طور پر ان علاقوں کے انتظامی سربراہ ہیں۔ خیبر ایجنسی میں تقریباً پونے چار لاکھ افراد آباد ہیں جن کی اکثریت آفریدی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ خیبر ایجنسی کی اصل اہمیت درہ خیبر ہی کے باعث ہے۔ یہ درہ کیا ہے۔ اونچی نیچی پہاڑیوں کے مابین پیچ وخم کھاتی ہوئی ایک گھاٹی ہے۔ اصل درہ جمرود کچھ آگے شادی گھیاڑ کے مقام سے شروع ہو کر پاک افغان سرحد پر واقع مقام طورخم تک پہنچتا ہے جو کوئی 33 میل لمبا ہے جمرود کے مقام پر اس درہ کی تاریخی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے شاہراہ پر ایک خوبصورت محرابی دروازہ بنایا گیا ہے جسے ''باب خیبر'' کہتے ہیں یہ دروازہ جون 1963ء میں بنا۔ باب خیبر پر مختلف تختیاں نصب ہیں جن پر اس درہ سے گزرنے والے حکمرانوں اور حملہ آوروں کے نام درج ہیں۔ ''باب خیبر'' کے پاس ہی جرگہ ہال ہے جہاں قبائلی نمائندوں کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ جمرود میں ایک اونچے مقام پر مٹیالے رنگ کا قلعہ ہے جس کی شکل وصورت ایک بحری جہاز کی طرح ہے۔ سکھ جرنیل ہری سنگھ نلوہ نے 1836ء میں

درہ خیبر کی حفاظت کے لئے یہ قلعہ تعمیر کروایا تھا۔لیکن اس کے دوسرے ہی سال مسلمان مجاہدین نے ایک معرکہ میں ہری سنگھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔درہ خیبر میں بہت سی جگہوں پر بدھوں اور ہندو تہذیبوں کے آثار قدیمہ ہیں۔کافر کوٹ، شوپلا، اسٹوپا وغیرہ ایسے ہی آثار ہیں۔سکندراعظم کی فوج کا ایک حصہ درہ خیبر ہی کی راہ پت کال دی (موجودہ چارسدہ) پہنچا۔ایرانی شہنشاہ دارا کا گزر بھی ادھر سے ہوا۔محمود غزنوی تیمورلنگ، بابر، اکبر، ہمایوں، جہانگیر اور احمد شاہ ابدالی کے مجاہدوں کے قدم بھی انہیں سنگریزوں پر پڑے اور سب سے بڑھ کر وہ برگزیدہ لوگ بھی درہ خیبر ہی کے راستے برصغیر میں وارد ہوئے جنھوں نے اس سرزمین میں اسلام کی روشنی پھیلائی اور جن کی کوششوں سے کروڑوں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے تین بار درہ خیبر کا دورہ کیا۔خیبر کے سرفروشوں نے تحریک حصول پاکستان میں قائداعظم کا بھرپور ساتھ دیا۔اب ساری خیبر ایجنسی میں سکول اور کالج علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔وارسک اور باڑھ کی نہروں سے لاکھوں ایکڑ اراضی سیراب ہونے لگی ہے۔بجلی ہر جگہ پہنچ چکی ہے۔اہل خیبر تجارت میں مصروف ہیں اور وہ اپنے پاکستانی بھائیوں کے شانہ بشانہ ترقی اور خوشحالی کی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

(روزنامہ دنیا 4/اگست 2014ء)

دہی کی افادیت

(شیراز وحید خان)

دہی میں بیکٹیریا پائے جاتے ہیں جو صحت کے لئے مفید ہیں۔دہی میں کیلشیم، آیوڈین، فاسفورس اور پروٹین خوب ہوتا ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ دہی کی سب سے بڑی خصوصیت صحت بخش بیکٹیریا کی وہ بہتات ہے جو اس میں پائی جاتی ہے۔یہ بیکٹیریا نمونیے سے مقابلے کی جسمانی صلاحیت کو بہتر بناتا ہے۔دہی میں پائے جانے والے مفید صحت مند بیکٹیریا معدے میں پہنچ کر خوب بڑھتے ہیں۔دہی کھانے سے اسہال اور پیچش سے بھی محفوظ رہا جا سکتا ہے۔دہی میں پایا جانے والا حیات افزا بیکٹیریا نہ صرف خلوی مدافعت میں اضافہ کرتا ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس سے ہضم وجذب کے عمل پر بھی مثبت اثر پڑتا ہے۔بعض تحقیق کاروں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ دہی کھانے سے مختلف قسم کے کینسر سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ایک حالیہ تحقیق کے مطابق دہی اپنے مدافعتی اور تحریکی اثرات کے باعث کینسر، معدے اور آنتوں کی بیماریوں اور دمے سے بچاؤ میں مدد دیتا ہے۔ڈاکٹرز کے مطابق دہی میں پایا جانے والا ایک بیکٹیریا سانس کی بیماریوں میں افاقے کا باعث ہوتا ہے۔

☆......تازہ دہی پھپھوندکش (Antifungal) ہوتا ہے اور اسے سفید دانے یا چھالے پیدا کرنے والے مرض Thrush کے علاج میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

☆......دہی سے کولیسٹرول کی سطح کم کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔

☆......دہی آنتوں میں صحت بخش جراثیم کی افزائش کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

☆......دہی جسم میں وٹامن B کی پیداوار بڑھانے میں معاونت کرتا ہے۔

☆......دہی سے آنتوں کو تحریک ملتی ہے اور قبض کا خاتمہ ہوتا ہے۔

☆......دہی سرطانی خلیات کی افزائش روکتا اور اسے کنٹرول کرتا ہے۔

☆......آنتوں کی اندرونی دیواروں پر اگر وائرس یا الرجی کی وجہ سے زخم بن جائیں تو دہی ان کے اندمال میں مددگار ہو سکتا ہے۔

(رسالہ بچوں کا پاکستان 24 مئی 2014ء)

کھجور...غذائیت سے بھرپور پھل

کھجور بھرپور نشوونما کرنے والے پھلوں میں سے ایک ہے۔یہ زبردست اہمیت رکھنے والی غذا ہے جسے ”صحرا کی خوراک“ کہا جاتا ہے۔کھجور کا ابتدائی وطن خلیج فارس کا ساحل اور عراق ہے۔یہ گلوکلوز اور فرکٹوز کی شکل میں قدرتی شکر مہیا کرتی ہے۔یہ شکر بدن میں فوراً جذب ہو جاتی ہے اور گنے کی شکر سے بہت بہتر ہے۔روسی ماہرین کا کہنا ہے کہ کھجور کا استعمال پیٹ اور انتڑیوں کے کیڑوں کو پیدا ہونے سے روکتا ہے۔اور ساتھ ہی انتڑیوں میں مفید بیکٹیریا کے اجتماعات بنانے میں مدد کرتا ہے۔رات بھر پانی میں بھگوئی کھجوریں اگلی صبح گٹھلیاں نکال کر اسی پانی میں گرینڈ کر کے ہفتہ میں کم از کم دو دفعہ استعمال کرنا دل کو تقویت دیتا ہے۔

بشیر بدر....غزل

سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا
اتنا مت چاہو اسے وہ بے وفا ہو جائے گا
ہم بھی دریا ہیں ہمیں اپنا ہنر معلوم ہے
جس طرف بھی چل پڑیں گے راستہ ہو جائے گا
کتنی سچائی سے مجھ سے زندگی نے کہہ دیا
تو نہیں میر تو کوئی دوسرا ہو جائے گا
میں خدا کا نام لے کر پی رہا ہوں دوستو

زہر اس میں بھی اگر ہوگا دوا ہو جائے گا
روٹھ جانا تو محبت کی علامت ہے مگر
کیا خبر تھی مجھ سے وہ اتنا خفا ہو جائے گا

چوہدری محمد علی مضطر....غزل

روح کے جھروکوں سے اِذن خود نمائی دے
مجھ کو بھی تماشا کر۔آپ بھی دکھائی دے
اشک ہوں تو گرتے ہی ٹوٹ کر بکھر جاؤں
شور میرے گرنے کا دور تک سنائی دے
تو نے دردِ دل دے کر میری سرفرازی کی
اب اے درد کے داتا درد سے رہائی دے
لخت لخت ہوکر میں منتشر نہ ہو جاؤں
ایک ذات کے مالک ذات کی اکائی دے
پور پور تنہائی انگ انگ سناٹا
جس طرف نظر اُٹھے آئینہ دکھائی دے
بولنے کی ہمت دے بے صدا مکانوں کو
اب تو بے زبانوں کو اذن لب کشائی دے
یا نہ کھٹکھٹانے دے اور کوئی دروازہ
یا نہ ہم فقیروں کو کاسہ گدائی دے
اپنی بے نگاہی پر عرق عرق ہوں مضطر
روح بھی ہے شرمندہ جسم بھی دہائی دے

احمد مبارک....غزل

میرے فردا کے لئے رات کو رونے والے
تجھ کو کب جانتے ہیں چین سے سونے وال
دیکھ آنے کو ہے عالم پہ کوئی تازہ بہار
خواب آئندہ سے تکیوں کو بھگونے والے
وہ جو اس پار ہیں سرگرداں سرِ حلقہء غیر
کوئی پل جاتا ہے سب ہیں ترے ہونے والے
تیری آواز کے قدموں سے لپٹ جاتا ہوں
مجھ سے بے جاں میں جاں سمونے والے
اب یہی دُھن ہے کہ ہر زخم کو تازہ رکھوں
میرے زخموں کو بہت ناز سے دھونے والے

افسانہ

کیا کروگے!

(طلعت سلیم)

یہ سچ ہے فرخندہ نے پوری دس سالہ ازدواجی زندگی میں اس کے لئے کسی مشکل کو کبھی لاینحل مسئلہ نہ بننے دیا تھا بڑی سے بڑی اُلجھن، مصیبت، پریشانی کو وہ کسی نہ کسی طور حل کر کے اسے ہمیشہ نچنت کر دیا کرتی تھی۔اس کے لئے وہ کیا کیا جتن کرتی۔اندر ہی اندر ٹوٹتی بکھرتی، کیسے اپنے آپ سے لڑتی جھگڑتی۔اس کا اسے اندازہ نہ ہو پاتا اور نہ ہی وہ اسے جاننے کی کوشش کرتا۔ہاں حیران ضرور ہو جاتا۔اور وہ اس کے حیرت کے اظہار پر کھل اُٹھتی! بس جی دماغ ہی ایسا پایا ہے۔نہیں لگتا ہے کہ جادو کی چھڑی ہے ۔تمہارے پاس، وہ اسے چھیڑتا۔جادوگرنی ہو جادوگرنی۔آج رات کے بارہ بجے اکیلے کمرے میں سر نہوڑائے سگریٹ پہ سگریٹ پھونکتے، کیسے اس کے من میں خواہش مچلی تھی۔کاش سچ مچ جادو کی چھڑی ہوتی ان کے ہاں۔ابکے وہ اسے اُٹھا کر خود ہی گھما ڈالت اسے بتائے بغیر۔یہ مسئلہ اسے بتایا جانے والا نہیں تھا۔ہاں اسے کیسے کہتا میں۔یہاں ایما سے بیاہ رچانا چاہتا ہوں۔تم میرے لئے مسئلے کی حیثیت اختیار کر گئی ہو۔بتاؤ کیا کروں۔پچھلے تین ماہ سے اس مسئلے نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔تیکھے نقوش، سنہری بالوں اور خوبصورت نیل آنکھوں والی ایما نے تب سے اسے الٹی میٹم دے رکھا تھا۔فرخندہ کو منا کر یا کسی طور اس سے پیچھا چھڑا کر اسے مقررہ مدّت کے اندر اندر اپنا لے ورنہ اور اس ورنہ نے اس کی جان پر بنا رکھی تھی۔ایسی بھی کیا مشکل ہے کبھی وہ جھنجھلا کر سوچتا۔دوسری شادی ہی کی تو بات ہے۔کون سی قیامت ہے۔بھلا بس۔سیدھے سبھاؤ لکھ دو۔میں شادی کر رہا ہوں۔مگر دوسرے ہی لمحے وہ اپنی ساری معصومیت اتھاہ پیار، محبت، وفا سمیت تصور میں اس کے سامنے آن کھڑی ہوتی۔یہاں بلائے جانے کی آس میں گن گن کر کاٹے ہوئے شب و روز کا سارا دکھ اس کی دی ہوئی محرومیاں اس کے جھوٹے وعدہ کی دلدوز پر چھائیاں چہرے پر پھیلائے اس کے نازک سے وجود کو گھیر لینے والی چھوٹی بڑی ذمہ داریاں اس کی محنتیں مشقتیں اور قدم قدم پر اس کے لئے ہی نہیں اس کے سارے خاندان کے لئے دی ہوئی قربانیاں اپنی کل عظمتوں کے ساتھ اس کا دل مٹھی میں لے لیتی۔نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔پھر پھر چپ چاپ کر لوں شادی۔وہ تنگ آ کر سوچتا یہ شہر چھوڑ کر ایما کی ماں کے پاس دور گلاسگو جا بسنے پر کسی کو کیا خبر ہوگی جو اس تک بات پہنچائے۔نہیں فرشتہ صفت سادہ دل اور بھولی بھالی اونچی بہت اونچی فرخندہ کے مقابل وہ اپنے آپ کو اتنا پست اتنا چھوٹا، اتنا فریبی، اور کم ظرف کیونکر بنا لے۔اس خیال کے ساتھ ہی اندر کی ملامت سے پریشان ہو اُٹھنے پر اسے نئی ترکیب سوجھتی۔یوں ہی عندیہ لینے کی خاطر لکھ

دوں۔ یہاں صبح شام کام کرنے کے بعد رات واپسی پر خود ہی کھانا پکانا پڑتا ہے۔ اس بے آرامی سے صحت مسلسل خراب رہنے لگی ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں تازہ کھانا اور آرام بہت ضروری ہے کیا کروں یا دوستوں نے دوستیاں گانٹھ لی ہیں۔ ادھر اُدھر فرنگنوں سے یا خفیہ شادیاں رچالی ہیں۔ پر اپنا دل نہیں مائل ہوتا۔ ایسی باتوں پر۔ یہ سوچتے سوچتے اسے خود پر ہنسی آجاتی۔ لو بھلا وہ لکھے گی۔ ہاں تم بھی شادی کرلو، اکبر، صحت بڑی چیز ہے۔ کاش میں یہ مسئلہ کسی طور تمہارے روبرو رکھ سکتا۔ فرخندہ! سونے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس نے بھاری دل سے سوچا، پہلے دس سالوں میں وہ کبھی کسی بات کے سلسلے میں کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا تھا نہیں فرخندہ نے اسے پریشان نہ رہنے دیا تھا۔ شادی کے پہلے ہی سال اماں کے مرجانے پر وہ گڑیا سی لڑکی نئی نویلی دُلہن اپنے سارے چاؤ چونچلے، بناؤ سنگھار بھلا کیسے بن کھے جی مار کر گھر کی بڑی بہن بیٹھی تھی جب ابا بستر سے جا لگے۔ بڑے بھائی کی نوکری چھوٹی تو سکول میں ملازمت کرنے چل دی۔ پیسے کی کمی تنگی، بدحالی کے ہاتھوں پریشانی بڑھی تو گھر کی ملازمہ کو چھٹی دے کر سارا کام سنبھال لیا۔ گھپ اندھیرے میں لیٹے لیٹے اس کی بند آنکھوں کے سامنے کتنے ہی اور مواقع کی یادیں ستاروں کی طرح چمک اُٹھیں۔ اس کی چھوٹی بہن کی منگنی ٹوٹ جانے پر ہائے واویلا مچی تو کیسے میکے کے پھیروں پر پھیرے کر کر کے اس نے اپنے بھتیجے سے بات پکی کروا کے سب کو نچنت کر ڈالا تھا۔ اسے انگلینڈ جانے کی سُوجھی تو کرائے کے چکر میں اسے غلطاں و پیچاں دیکھ کر اپنا سارے کا سارا زیور اس کے سامنے لا رکھا تھا۔ ایک صرف ایک شادی کی انگوٹھی کے سوا یہ کسی قیمت پر جدا نہ کروں گی اپنی انگلی سے۔ آپ کے نام کی انگوٹھی۔ اس کے پیار سے سرشار لہجے میں ڈوبی آواز جیسے اس تصور کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں گونج اُٹھی۔ یہ میری جان کے ساتھ ہی نکلے گی انگلی سے۔ اور وہ یہ انگوٹھی کیا کیا کچھ کرنے والے کمزور، تنہا، ہاتھ کی اُنگلی میں امید کا دیا بن کر چمکنے والی انگوٹھی ایما کی انگلی میں پہنانے کی سوچ میں تھا، لعنت ہے مجھ پر ایسی بے غرض، باوفا، باہمت لڑکی سے کیا کہے۔ اس کے ساتھ کیا کرنے کی سوچ رہا ہوں۔ تب اپنی چھ ماہ پہلے والی کمینگی کی یاد اس کے دل پر اور کچوکے لگانے لگی۔ کیسے قطرہ قطرہ خون نچوڑا تھا اس کے نازک وجود سے۔ اس نے بے چارگی کی نگاہ سے دور سات سمندر پار ایما کے رنگ رلیاں مناتے کار کے حادثے میں زخمی ہو کر ہسپتال جا پڑنے پر اسے نیا تلا خرچ بھیجنا ہی دشوار ہوا تو بغیر اُف کئے نوکری چھوٹ جانے کا بہانہ سنتے ہی اگلے مہینے ایک واقف کار لیڈی ڈاکٹر کے حساب کتاب کا کام سر لے آئی تھی۔ وہ اسے کولہو کا بیل بنا کر خود مزے لوٹ رہا ہے۔ عشق و محبت کے ایما کے ہمراہ سچ مچ بڑا کمینہ ہوں میں اس کے دل میں احساس کے ساتھ ہی اُتھل پتھل سی ہونے لگی۔ سچ کہتے تھے ابا یہاں آتے سمے ہوشیار رہنا بیٹا وہاں کی فرنگنوں سے۔ ان کا جادو دین ایمان سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ اماں اُٹھتے بیٹھتے کہا کرتی تھیں ان کے ذکر پر دین ایمان کیا وہ تو انسانیت ہی بھلا بیٹھا تھا۔ ان کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ وہ کیا کرتا دو بجے، پھر اڑھائی پھر تین، گھبرا کر ٹیبل لیمپ گُل کر کے اس نے کمبل میں منہ چھپا لیا، کوئی حل سوجھتا ہی نہ تھا۔ آج کا دن بھی سوچوں کی نذر ہو گیا۔ رات خوابوں میں بھی ایما اس کے سر پر سوار رہی۔ صبح ریڈیو کی آواز پر بھاری سُر کے ساتھ بیدار ہونے پر وہ لیٹے لیٹے بے دلی سے خبریں سننے لگا۔ رومانیہ کی مصیبتیں، ہنگری کے ہنگامے، آسٹریلیا کا حادثہ، جنوبی افریقہ کے ستم،۔۔۔۔۔۔۔" ہر طرف مصیبت ہی مصیبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا بکواس ہے۔ سوئچ آف کرتے کرتے یک لخت پاکستان کا نام جانے پر وہ رُک گیا، ٹرین کے خوف ناک حادثے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ساتھ ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بج اُٹھی۔۔ "اکبر بہت بری خبر ہے حوصلے سے سنا میرے بھائی۔۔۔۔" ارشد بول رہا تھا کراچی سے۔۔۔۔۔۔۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگ گئے ۔۔۔۔۔" یا اللہ خیر۔۔۔!" ۔۔۔۔۔۔۔ "بھابی فرخندہ ٹرین کے حادثے میں۔۔۔۔۔۔۔" اس کی گلو گیر آواز ہچکیوں میں ڈوب گئی۔" بھابی بچھڑ گئیں ہم سے اکبر۔۔۔۔۔۔ اختر بھائی جا رہے تھے۔ یہ بھی تیار ہو گئیں ساتھ۔ خود موت کے منہ میں جا پہنچیں۔ ہمت سے کام لینا میرے بھائی۔۔۔۔" وہ بت بنا ریسیور کان سے لگائے سُنتا رہا۔۔۔۔۔ سنتا رہا۔۔۔ پھر اس کی آواز، لرزتی، کانپتی آواز کا سلسلہ منقطع ہو جانے پر اس نے ریسیور واپس رکھا۔ چند لمحے سر نہوڑائے رہنے کے بعد، لبوں پر مطمئن سی مسکراہٹ لئے۔ دل و جان کی پوری سفا کی کے ساتھ ایما کا نمبر گھمانے لگ گیا۔

گھریلو سیاست

(ڈاکٹر ایم امجد)

ساس نے بہو کو کام سمجھاتے ہوئے کہا:

میں گھر کی ہوم اور فنانس منسٹر ہوں اور سُسر فارن منسٹر ہیں۔ تمہارے شوہر منسٹری آف ڈیمانڈ اور سپلائی چلاتے ہیں۔ اور میری بیٹی کے پاس پلاننگ اینڈ ڈیویلپمنٹ منسٹری ہے۔ اب تم بتاؤ کونسی منسٹری سنبھالو گی؟ بہو مسکراتے ہوئے بولی۔ لیڈر آف اپوزیشن۔ جینا ہو گا مرنا ہو گا دھرنا ہو گا دھرنا ہو گا ہاہاہا

حج سے واپسی

(امجد مرزا امجد)

ایک ڈاکٹر نے حج سے واپس آنے پر اپنی دکان پر ایک بورڈ لکھ کر لگا دیا جو کہ کچھ یوں تھا۔ میں حج سے واپس آ گیا ہوں میرا کلینک حسبِ معمول کام کر رہا ہے۔ نیز ضرورت مندوں کے لئے آبِ زم زم میں بھگوئے ہوئے کفن بھی دستیاب ہیں۔

اقوالِ زرّیں

زندگی استاد سے سخت ہوتی ہے۔استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے۔اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

(رانا محمد حسن خاں)

ماؤنٹ ایورسٹ

دنیا کی سب سے بلند پہاڑی چوٹی کا نام ماؤنٹ ایورسٹ ہے۔۱۸۵۲ء جنرل سر جارج ایورسٹ نے اس چوٹی کی پیائش کی اور یہ چوٹی دنیا کی سب سے بلند چوٹی مانی گئی اور اس چوٹی کا نام جنرل سر جارج ایورسٹ کے نام پر رکھا گیا تھا۔۲۹ مئی ۱۹۵۳ء کو نیوزی لینڈ کے ایڈمنڈ ہیلری اور نیپال کے شیر پا تن جنگ اس بلند و بالا چوٹی پر پہلی بار قدم رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔اب تک ۹۰۰ سے زیادہ کوہ پیما اس چوٹی کو سر کر چکے ہیں۔نذیر صابر پاکستان کے وہ پہلے کوہ پیما ہیں جنہوں نے ۱۷ مئی ۲۰۰۰ء کو اس بلند ترین چوٹی کو سر کر کے پاکستان کا جھنڈا لہرایا،آپ عالمی ترتیب کے اعتبار سے دنیا کے ۸۹۹ ویں کوہ پیما تھے جنہوں نے اس چوٹی کو سر کیا۔حسن صد پارہ دوسرے پاکستانی ہیں جنہوں نے ۱۲ مئی ۲۰۱۱ء کو اس چوٹی پر قدم رکھے۔۱۹ مئی ۲۰۱۳ء کا دن پاکستانی تاریخ کا یادگار دن بن گیا جب ثمینہ خیال بیگ نے اس بلند و بالا چوٹی کو دو انڈین خواتین نوشی اور تاشی کے ساتھ سر کر لیا۔اسی سال ۲۵ سالہ سعودی خاتون کوہ پیما راحا حسن محرق نے ایورسٹ کو سر کیا۔نیپال سے تعلق رکھنے والی نیما شیر پا نیپال کی سب سے کم عمر خاتون کوہ پیما ہیں جنہوں نے فقط ۱۶ برس کی عمر میں ایورسٹ کو سر کر کے اپنے ملک کا نام روشن کیا ہے۔

شاہینوں کا شہر

۷ پہاڑوں اور پادریوں کا شہر یورپ کا شہر روم کہلاتا ہے،لبنان کے شہر بیروت کو ہوٹلوں کا شہر کہا جاتا ہے،شاہینوں کا شہر پاکستان کے شہر سرگودھا کو کہا جاتا ہے ،سائیکلوں کا شہر چین کے شہر بیجنگ کو کہا جاتا ہے،ایشیا میں جمہوریت کی نمائشی کھڑکی فلپائن کو کہا جاتا ہے،تھائی لینڈ کا پرانا نام سیام ہے۔کراچی کو روشنیوں کا شہر کہا جاتا ہے۔پاکستان کے شہر ملتان کو مزاروں کا شہر کہا جاتا ہے۔اٹلی کے شہر وینس کو پانیوں کا شہر کہتے ہیں۔

امریکہ کی حقیقت

امریکہ کے پبلک ڈیپٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق 3Trillion.12$ سے زیادہ ہے۔امریکہ میں دنیا کی صرف 5٪ آبادی رہتی ہے۔امریکن دنیا کی طاقت (انرجی) کا 24٪ حصہ استعمال کرتے ہیں۔جو انرجی ۱۳ چینی یا ۳۱ ہندوستانی یا ۱۲۸ بنگلا دیشی استعمال کرتے ہیں وہ ایک اکیلا امریکن استعمال کرتا ہے۔امریکن باشندوں کی ایک دن کھانے کی مقدار ۸۱۵ بلین کلوریز ہے۔ماہرین کے مطابق امریکن باشندوں کے لیے ۶۱۵ بلین کلوریز کافی ہے۔اور ۲۰۰ بلین کلوریز سے غریب ممالک میں ۸۰۰ سو ملین افراد کی بھوک کا مداوا ہو سکتا ہے۔امریکہ میں ہر روز دو لاکھ ٹن سے زیادہ خوراک ضائع کر دی جاتی ہے۔اگر تمام دنیا کے افراد امریکن افراد کی طرح زندگی گزارنے لگیں تو پھر زمین کے سائز کے چار سیاروں کی ضرورت پڑے گی۔امریکن افراد تمام خریداری کریڈٹ کارڈ کے ذریعے کرتے ہیں۔ہر امریکن کے پاس اوسطاً ۱۳ کریڈٹ کارڈ ہوتے ہیں اور ان کی بچت زیرو ہے۔۱۹۷۴ء میں ۶۸۰ بلین ڈالر کا قرض گھریلو سامان خریدنے کے لیے لیا گیا جو ۲۰۰۸ء میں بڑھ کر ۱۴ ٹریلین یعنی ۱۴۰۰۰ بلین ڈالر ہو چکا تھا اور اب اس میں مزید کئی ٹریلین کا اضافہ ہو چکا ہے۔امریکن ہر سال اپنی آمدنی سے تقریباً ایک ٹریلین ڈالرز زائد خرچ کرتے ہیں۔

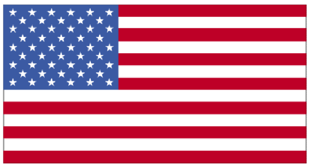

برتری کا خاتمہ

دبئی ائرپورٹ کو دنیا کا مصروف ترین ائرپورٹ قرار دیے جانے کے بعد برطانوی ائرپورٹ ہیتھرو کی برتری کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ڈیلی میل کے مطابق تازہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ دبئی ائرپورٹ پر مسلسل تین ماہ میں ہیتھرو ائرپورٹ سے زیادہ انٹرنیشنل مسافروں کی نقل و حرکت ہوئی۔

سونے کا انڈہ

چودہ ہزار ڈالر میں سونے کا انڈہ خریدنے والے امریکہ کے ایک اسکریپ ڈیلر کی قسمت اس وقت چمک اٹھی جب اسے پتہ چلا کہ اس سونے کے انڈے کی قیمت بیس ملین ڈالر ہے۔دراصل فیبرج ایسٹر ایگ نامی یہ انڈہ روس کے شاہی خاندان کی ملکیت تھا اور یہ ان پچاس نادر انڈوں میں سے ایک ہے کہ جنہیں روس کے بادشاہ اپنی بیویوں اور ماؤں کو ایسٹر کے تہوار پر تحفے میں دیا کرتے تھے۔

دو عظیم شخصیات

مولوی عبدالقادر صاحب نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ کرنے والے پہلے فرد تھے۔آپ نے یہ کارنامہ ۱۸۰۷ء میں سرانجام دیا تھا۔ اس جرات پر انہیں مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔ان کے بعد مولوی اسماعیل صاحب نے بعض رسالے عام اہل اسلام کی فہمائش کے لیے اردو زبان میں لکھے۔مشہور شاعر جناب میر انشاءاللہ خان پہلے شخص ہیں جنہوں نے قواعد اردو لکھے۔

گرو رامانند کا چیلا

مشہور شاعر کبیر،سکندر لودھی کے زمانے سے تعلق رکھتے تھے۔کبیر علم میں ان پڑھ تھے۔جب گرو رامانند کے چیلے بنے تو زبردست شاعر بن گئے۔کبیر نے بے شمار دوہرے(شاعری کی ایک قسم) کہے۔اگر ان کی تصنیفات کو جمع کیا جائے تو کئی جلدیں ہوں۔کبیر نے اپنے دوہروں میں فارسی اور عربی کا خوب استعمال کیا ہے۔

یتیم

ایک رپورٹ کے مطابق نیلسن منڈیلا نو برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے،تمبو قبیلے کے سردار نے انہیں گود لیا۔بل کلنٹن نے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ سوتیلے والد کا نام استعمال کیا،ان کے والد کے انتقال پر والدہ نے دوسری شادی کر لی تھی۔آئی فون متعارف کرانے والے سٹیو جابز کے والد غریب ہونے کی وجہ سے ان کی کفالت نہیں کر سکتے تھے،اس لیے ان کو پال اور فلورنامی خاتون نے گود لیا تھا۔جان لینن کو فرانسز نامی خاتون نے گود لیا تھا،بے بی رتھ کی پرورش یتیم خانے میں ہوئی۔

بلیک ہول

بلیک ہول اس کائنات میں پائی جانے والی وہ سیاہ کھائیاں ہیں جو سیاروں اور دیوہیکل ستاروں جیسے فلکیاتی اجسام کو مسلسل نگلتی رہتی ہیں۔ان کی انتہائی طاقتور کشش ثقل سے روشنی بھی فرار حاصل نہیں کر سکتی۔بلیک ہول کی حد یا حلقہ اثر میں داخل ہونے والی اشیاء تاریکی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غرق ہوجاتی ہیں۔

خوش نصیب وزیر اعظم

نواز شریف پاکستان کے ایسے خوش نصیب فرد ہیں جو تین بار پاکستان کے وزیر اعظم بنے،اور ایسے بدنصیب ہیں کہ ابھی تک تینوں ادوار کو ملا کر بھی آئینی مدت یعنی پانچ برس مکمل نہیں کر سکے ہیں۔نواز شریف نے ایک اور ریکارڈ بھی نیا نیا بنایا ہے،انہوں نے ایک برس سے کم مدت میں چودہ غیر ملکی دورے کیے ہیں۔سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے سوا چار برس میں کل ۱۷ غیر ملکی دورے کیے تھے۔

دوسری جنگ عظیم

دوسری جنگ عظیم میں روس کو نازی ازم کو شکست دینے کے لیے ۲۶ اعشاریہ چھ ملین روسیوں کی جانوں کی قربانی دینا پڑی تھی۔ان میں سے آٹھ اعشاریہ سات ملین روسی فوجی تھے۔کل ۶۰ ملین افراد دوسری جنگ عظیم میں مارے گئے تھے۔جو دنیا کی کل آبادی کا 5.2 فیصد تھا۔

انصاف کے منتظر

سپریم کورٹ میں بیس ہزار سے زائد مقدمات برسہا برس سے انصاف کے منتظر ہیں۔ہائی کورٹ کے پنڈی بنچ میں چودہ ہزار مقدمات التواء کا شکار ہیں۔وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی ضلعی عدالتوں میں ۵۵ ہزار مقدمات کے مدعی منتظر آنکھوں کے ساتھ برسوں سے انصاف کا انتظار کر رہے ہیں اور ظلم یہ ہے کہ مدعی کے ساتھ ساتھ ان بے گناہوں کو بھی برسوں سے انتظار کرنا پڑ رہا ہے جن کے مقدمات زیر التواء ہیں۔اسی طرح تمام صوبوں میں اعلیٰ عدالتوں سے لے کر ماتحت عدالتوں تک،ہزاروں نہیں لاکھوں مقدمات التواء کا شکار ہیں۔

حکمت کی باتیں

جنّتی آدمی

ایک دن رسول خدا ﷺ نے بیٹھے بیٹھے حاضرین سے فرمایا کہ ''اس وقت سامنے ایک جنّتی آدمی آ رہا ہے۔'' حاضرین نے دیکھا کہ حضرت عبداللہؓ بن سلام تشریف لا رہے ہیں۔لوگوں نے ارشادِ حضورؐ سے ان کو مطلع کیا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ میں ایسی کیا خوبی ہے تو کہا کہ ''جس چیز سے کوئی مطلب نہ ہو،میں اس کے پیچھے کوئی تگ و دو نہیں کرتا اور لوگوں کا بدخواہ نہیں ہوں۔

چار جملے

چارلس بیئرڈ سے کہا گیا کہ وہ تاریخ کے اسباق کا خلاصہ پیش کرے تو انہوں نے خلاصہ صرف چار جملوں میں اس طرح پیش کیا۔ ۱۔ خدا جس کو تباہ کرنا چاہتا ہے اسے اقتدار دے کر پاگل کر دیتا ہے۔ ۲۔ خدا کی چکی دھیرے دھیرے چلتی ہے مگر بہت باریک پیستی ہے۔ ۳۔ شہد کی مکھی اسی پھول کو بارآور کرتی ہے جس کا رس چراتی ہے۔ ۴۔ جب اندھیرا زیادہ ہو تو ستارے نظر آنے لگتے ہیں

ضربِ عضب

عضب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''تیز'' یا ''کاٹنے والا'' ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تلوار کا نام ''العضب'' ہے۔ یہ تلوار آپؐ کو ایک صحابیؓ نے غزوہ بدر سے پہلے دی تھی۔ آپؐ نے اس تلوار کو غزوہ بدر اور غزوہ احد میں استعمال کیا تھا۔ بعد میں یہ تلوار صحابہؓ کے پاس رہی۔ عصرِ حاضر میں یہ تلوار قاہرہ کی جامعہ حسین میں موجود ہے۔ طالبان کے خلاف ہونے والے آپریشن کا نام ''ضربِ عضب'' رکھا گیا ہے۔ جس کا مطلب کاری ضرب ہے۔

اندھی دولت

ایک بار تیمور کے دربار میں ایک نابینا گانے والی دولت نامی خاتون نے اپنی گلوکاری کے جوہر دکھا کر خوب داد پائی۔ تیمور نے ازراہ مذاق کہا ''تمہارا نام دولت ہے اور تم اندھی ہو، کیا دولت اندھی ہوتی ہے؟'' گانے والی نے برملا جواب دیا: اگر دولت اندھی نہ ہوتی تو آپ جیسے لنگڑے کے پاس کیوں آتی؟ تیمور لاجواب ہو گیا اور اسے بڑے انعام سے نوازا دیا۔

علماء، امراء اور فقراء

حضرت ابوبکر محمد بن عمر وراقؒ نے فرمایا ہے کہ آدمی تین قسم کے ہیں۔ ایک علماء، دوسرے امراء اور تیسرے فقراء۔ جب علماء میں فساد پیدا ہو گا تو اطاعت الٰہی اور شریعت مطہرہ میں فساد ہو جائے گا۔ اور جب امراء میں فساد آ گیا تو لوگوں کی معاش خراب ہو جائے گی اور جب فقراء بگڑ گئے تو لوگوں کے اخلاق و عادات خراب ہو جائیں گے۔

ناکردہ گناہ کی سزا

ایک قصہ ہے کہ ایک شخص کو کسی کی دشمنی کی سازش کی وجہ سے ناکردہ گناہ کی یہ سزا دی گئی کہ اس پر پتھر برسائے جائیں۔ ایک ایک شخص ہاتھ میں پتھر لیے آتا اور اس غریب کو مار کر آگے بڑھ جاتا۔ وہ شخص لہولہان ہو کر بھی موت سے نہ ہارا۔ اتنے میں اس کا ایک جگری دوست شہر کی رِیت نبھانے کے لیے آ نکلا لیکن اس نے اتنا ضرور کیا کہ پتھر چلانے کی بجائے ایک پھول اپنے مجرم سمجھے جانے والے دوست کی طرف پھینکا۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص جو مخالفوں اور دشمنوں کی سنگباری سے نہ مرا اپنے دوست کی طرف سے پھینکے گئے پھول لگنے کے ساتھ ہی مر گیا۔ وہ یہ برداشت نہ کر سکا کہ اس کا دوست بھی اسے مجرم کی طرح سمجھتا تھا۔

حکایت

حضرت ذوالنونؒ ایک مریض کی عیادت کے لیے گئے وہ کراہنے لگے۔ حضرت ذوالنونؒ نے کہا محبت میں وہ سچا نہیں ہے جو اپنے محبوب کی مار پر صبر نہ کرے۔ مریض نے جواب دیا نہیں بلکہ محبت میں وہ صادق نہیں جو اپنے محبوب کی مار سے لذّت اندوز نہ ہو۔ اے اللہ کے بندو! دوا کرو کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی جس کے لیے دوا نہ ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا دوا کرنے سے قضائے الٰہی پلٹ جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ بھی تو قضائے الٰہی ہے۔

وارث شاہ

بڑا عشق عشق توں کرنا ں ایں
کدی عشق دا گنجل توں کھول تو سہی
تینوں مٹی وچ نہ رول دیوے
دو پیار دے بول توں بول تے سہی
سُکھ گھٹ تے درد ہزار ملن
کدی عشق نوں تکڑی وچ تول تے سہی
تیری ہسدی اَکھ وی بُجھ جاوے
کدی سانوں توں اندروں فول تے سہی

بُلھے شاہ

رَب رَب کردے بُڈھے ہو گئے، مُلاں پنڈت سارے
رَب دا کھوج کُھرا نہ لبھا، سجدے کر کر ہارے
رَب تاں تیرے اندر وسدا وِچ قرآن اشارے
بُلھے شاہ رَب اوہنوں ملدا، جیہڑا اپنے نفس نوں مارے

عزیز حامد مدنی....غزل

تازہ ہوا بہار کی، دل کا ملال لے گئی
پائے جنوں سے حلقۂ گردشِ حال لے گئی
جراتِ شوق کے سوا خلوتیانِ خاص کو
اک ترے غم کی آگہی تا بہ سوال لے گئی
شعلۂ دل بجھا بجھا،خاکِ زباں اڑی اڑی
دشتِ ہزار دام سے،موجِ خیال لے گئی
رات کی رات بوئے گل،کوزہ گل میں بس گئی
رنگِ ہزار مہ کدہ،روحِ سفال لے گئی
تیز ہوا کی چاپ سے،تیرہ بنوں میں لو اُٹھی
روحِ تغیرِ جہاں،آگ سے فال لے گئی
نافۂ آہوئے تتار،زخمِ نمود کا شکار
دشت سے زندگی کی رو ایک مثال لے گئی
ہجر و وصال و نیک و بد،گردشِ صد ہزار و صد
تجھ کو کہاں کہاں مرے،سروِکمال! لے گئی
نرم ہوا پہ یوں کھلے،کچھ ترے پیرہن کے راز
سب ترے جسمِ ناز کے،رازِ وصال لے گئی
ماتم مرگ قیس کی،کس سے بنے گی داستاں
نوحۂ بے زباں کوئی،چشمِ غزال لے گئی

مختار الدین احمد مختار دھرم پورہ یو کے....غزل

ہونے سے ہر وجود میری دسترس میں ہے
لیکن وہ ایک پل جو کہیں پیش و پس میں ہے
گرمی اسی کے حکم کی ہے جوہرِ وجود
خاور میں خوں میں خاک میں ہے خار و خس میں ہے
وہ ہے تو لیکن اس کی ضرورت نہیں کوئی
میں ہوں کہ ساری عمر گزاری ہوس میں ہے
وہ کیا ہے اس میں جو نہیں اس کے سوا کہیں
وہ کیا نہیں عنب میں مگر اس کے رس میں ہے
دل غیر مطمئن سہی راضی ہے قید میں
سامان دھڑکنوں کا میسّر قفس میں ہے
تنہا تو سب ہیں پر کوئی یکتا نہیں یہاں
جو بات یار میں ہے وہ دو میں نہ دس میں ہے
جاری ہے جیسے موج کنارے میں کشمکش
مختار ہے وہ میرا نہ وہ میرے بس میں ہے

عباس تابش پاکستان....غزل

نیا پرندہ قفس سے باہر بنا رہا ہوں
میں اپنی مرضی کا پیش منظر بنا رہا ہوں
مجھے بھی اوروں کی طرح کاغذ ملا ہے لیکن
میں اس سے ناؤ نہیں سمندر بنا رہاہوں
یہاں سے ہجرت کے بعد بھی میں یہیں رہوں
نیا مکان اپنے گھر کے اندر بنا رہا ہوں
عجب خموشی ہے جھیل کے ٹھہرے پانیوں میں
میں خموشی سے ایک پتھر بنا رہا ہوں
بہت ہی ویرانیاں ہیں غرفے کی جالیوں میں
میں اس کی خاطر نیا کبوتر بنا رہا ہوں
یہ گھر تو سج جائے گا پرندہ حنوط کر کے
مگر میں اپنی مثال کیونکر بنارہا ہوں
اور اب اداسی کی ستر پوشی کا مرحلہ ہے
تھکن کے دھاگوں سے ایک چادر بنا رہا ہوں
مجھے خود اس کی سمجھ نہیں آ رہی تابش
جو غم کی شکل ہزار پیکر بنا رہا ہوں

ہما خان....غزل

ہم مسافر راہ گم کردہ میں گردانے گئے
راستوں کی دُھول سے دل اپنا بہلانے گئے
دربدر بھٹکے تجھے سوچا تجھے ڈھونڈا بہت
اس لئے صحرا کبھی جنگل تو ویرانے گئے
چھا گئے تاریکیوں کے اَب میرے بخت پر
ہم اُجالے جب تیری راہوں میں پھیلانے گئے
جب کہا قاتل تو شمع ہنس کر یوں کہنے لگی
کچھ نہیں بس جاں سے دوچار پروانے گئے

تھا یقین پتھر ہے کیا جذبات سمجھے گا مرے
جانے کیا پھر ڈھونڈنے ہم ایسے بت خانے گئے
لٹ گیا ہے کاروانِ دل جہاں محفوظ تھا
آشیانے میں ترے ہم جب بھی ستانے گئے
کہہ دیا ساقی نے ہم تو ہوش میں پہلے نہیں
بےخودی میں غم بھلانے جب بھی میخانے گئے
لوٹ نہ آئیں کبھی واپس تیرے در سے صنم
قتل ہونے کے لئے مقتل جو دیوانے گئے
شاعری پیشہ نہیں ہے عشق ہے میرا حضور
منفرد اَشعارِ محفل میں مرے جانے گئے
موج میں تھے سب سخنور کچھ نہ کچھ کہتے گئے
اب یہاں موجِ سخن میں سب ہی پہچانے گئے
ہاں تمہارے عشق کی حدّ تھی جاناں اس قدر
جو ہوا نزدیک تیرے جل کر پروانے گئے
جانے کیا غم تھا ہماؔ خاموش تھا روتے ہوئے
رو پڑے خود ہم بھی جب اُس کو بہلانے گئے

حضرت خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی

(رانا عبدالرزاق خاں)

خواجہ صاحب کا نام محمد، لقب شمس الدین اور تخلّص حافظ تھا۔ ۷۲۶ھ ہجری میں بمقام شیراز (ایران) پیدا ہوئے۔ اُن کا خاندان علم وفضل کے اعتبار سے ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے پہلے قرآن حفظ کیا پھر وقت کے مشہور مفسر مولانا شمس الدین محمد عبداللہ شیرازی سے فقہ وتفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ خواجہ صاحب کو علم وادب سے طبعی دلبستگی تھی۔

بیشتر دورِ جاہلیت کے شعراء کا کلام انتہائی ذوق وشوق سے پڑھتے رہتے تھے۔ مشہور شاعر خواجہ کرمانی کی مصاحبت میں شاعرانہ نکات ذہن نشین کرتے۔ اس زمانہ میں شیراز کی مردم خیز سرزمین علم وفضل کے تابناک ستاروں کی ضیاباریوں سے روکشِ آسمان بنی ہوئی تھی۔ مثلاً مولانا بہاؤالدین، قاضی مجدالدین اسمٰعیل، قاضی عضد وغیرہم، خواجہ صاحب نے انہیں اربابِ کمال سے فیض حاصل کیا۔ اور رفتہ رفتہ ان کی غیر معمولی ذہانت وقابلیت کی شہرت ہونے لگی۔ خواجہ صاحب نے دیکھا کہ شیراز شعروسخن کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ گھر گھر شیخ سعدیؒ کی غزلوں کا چرچا ہے۔ عوام وخواص شیخ سعدیؒ کا پرکیف ووجد آفریں کلام پڑھ پڑھ کر جھوم رہے ہیں۔ شعروادب کی اس رنگین وعشق خیز فضا نے خواجہ صاحب کے سمندِ طبع پر تازیانے کا کام کیا۔ اور وہ بادۂ تغزّل کی پرسرور ودل افروز نہروں میں تیرنے لگے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں خواجہ صاحب کی غزلوں نے قبول عام کے پروں سے اُڑکر دنیا کا گوشہ گوشہ عشق ومستی کی جلوہ سامانیوں سے رشکِ طور بنا دیا۔ خواجہ صاحب نے زندگی میں اپنے ملک، خصوصاً شیراز میں متعدد عظیم وآشوب انگیز انقلاب دیکھے۔ سات بادشاہ اُن کی آنکھوں کے سامنے تخت حکومت پر بیٹھے۔ خونریز لڑائیوں کے فلک بوس شعلے بلند ہوئے اور حشر خیز خانہ جنگیوں نے اَمن وسکون کا خرمن جلا کر خاک کر دیا۔ ان افسوس ناک مناظر سے دنیا کا عارضی جاہ وجلال ان کی نگاہوں میں حقیر ہوگیا۔ انہوں نے درویشانہ زندگی کو امیرانہ عیش ونشاط پر ترجیح دے کر گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اور پینسٹھ سال کی عمر پاکر ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ حسن اخلاق کے باعث فقیر اور تاجدار، دونوں خواجہ صاحب کے لئے دیدہ ودل فرشِ راہ کرتے تھے۔ چنانچہ بعض جوہر شناس سلاطین و اُمراء دربار میں اُن کی موجودگی اپنے لئے مایۂ افتخار سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں کئی بادشاہوں اور اُمراء سے خواجہ صاحب کی راہ و رسم رہی۔ مثلاً شاہ ابو اسحٰق، امیر مظفر، حاجی قوام الدین حسن، شاہ شجاع، خواجہ قوام الدین عیار، توران شاہ، شاہ زین العابدین، شاہ تیمور، شاہ یحیٰی، شاہ منصور، امیر فخر الدین، امیر عبدالصمد، امیر امین الدین حسن، وغیرہم، چنانچہ کلام میں جستہ جستہ اُن کا ذکر پایا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب اپنے کلام یا بہ الفاظ صحیح تر غزل گوئی کے اعتبار سے شہرہ آفاق ہیں۔ اُن کا تغزل یگانہ اور منفرد وارفع مقام پر فائز ہے۔ مطالعہ غزل کے دوران ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شعر کے میکدے میں عشق ومستی کی شراب برس رہی ہے۔ غرض خواجہ صاحب کو ان کے رنگِ سخن کی نوعیت سے غزل کا بادشاہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہوگا۔ فارسی کے بے نظیر غزل گو اساتذہ میں عرفی اور نظیری سرِ فہرست ہیں۔ لیکن وہ بھی خواجہ صاحب کی تیغِ کمال کا لوہا مانتے ہیں۔ عرفیؔ کہتا ہے ؎

بر آں تتبع حافظ رواست چوں عرفی
کہ د ل بکاو دود ر دِ سخنوری داند

نظیریؔ رقم طراز ہے:

تا اقتدا بہ حافظؔ شیراز کردہ ایم
گردیدہ مقتدائے دوعالم کلام ما

غزل کے علاوہ خواجہ صاحب نے قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی، ساقی نامہ، ترکیب بند، ترجیع بند، وغیرہ پر بھی طبع آزمائی کی ہے اور ایسے نادرو بدیع اسلوب میں کہ خود ان کا کلام خوانندوں کو اس کے اعتراف پر مجبور کرتا ہے۔ وہ تمام اصنافِ سخن پر اُستادانہ وبے مثال قدرت رکھتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے دیوان کی

متعدد شرحیں اور تراجم موجود ہیں ۔ ہر شارح اور مترجم نے اپنے فہم و ادراک اور نظریات کے مطابق معانی و نکات پر روشنی ڈالی ہے ۔ مگر بعض شرحیں متعدد جلدوں میں ہیں اور بعض تراجم بھی اصل مفہوم سے دور جا پڑے ہیں ۔ بہر حال حافظ شیرازی کا کلام بین الاقوامی طور پر جانا جاتا ہے ۔ خواجہ صاحب کے نظریات کو دنیا جانتی اور مانتی ہے ۔

آخر میں حافظ شیرازی کے چند قیمتی اشعار پیش خدمت ہیں:

نفس بر آمد و کام از تو بر نمی آید!
فغاں کہ بختِ من از خواب بر نمی آید

ترجمہ: دم نکل گیا اور تجھ سے مراد بر نہیں آتی ۔ فریاد ہے کہ میری قسمت خواب سے بیدار نہیں ہوتی ۔

دریں خیا بسر شد زمانِ عمر و ہنوز
بلائے زلفِ سیاہت بسر بر نمی آید

ترجمہ: اس خیال میں زندگی کی عمر گزر گئی لیکن ابھی تیری سیاہ زلف کی بلا پیچھا نہیں چھوڑتی ۔

مقیم زلفِ تو شد دل کہ خوش سوادے دید
وزاں غریب بلاکش خبر نمی آید

ترجمہ: دل تیری زلف میں ٹھہر گیا کیونکہ اسے اچھا ٹھکانہ نظر آیا لیکن اس مصیبت زدہ دل کا سراغ ہی نہیں ملتا ۔

قدِ بلند ترا تا ببر نمی گیرم
درختِ بختِ مرا دم ببر نمی آید

ترجمہ: جب میں تیرے اونچے قد سے بغل گیر نہیں ہونگا میری مراد کے نصیب کا درخت پھل نہیں لائے گا ۔

زشستِ صدق کشادم ہزار تیرِ دعا
ازاں میانہ یکے کار گر نمی آید

ترجمہ: میں نے سچائی کی شست سے دعا کے ہزاروں تیر چھوڑے ۔ لیکن ان میں سے ایک بھی نشانے پر نہیں بیٹھا ۔

کمینہ شرطِ وفا ترک سر بود حافظ
برو اگرز تو ایں کار بر نمی آید

ترجمہ: اے حافظ ! وفا کی ادنیٰ شرط سر دینا ہے اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو جا اپنی راہ لے ۔

(ماخوز)

عقل مند آدمی جب کوئی خاص اور اہم فیصلہ کرتا ہے تو
بہت سوچتا ہے دل و دماغ کی سنتا ہے حالات کو پرکھتا ہے
دلیل کو زیرِ غور لاتا ہے مثبت اور منفی پہلو کا جائزہ لیتا ہے
اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے رائے لیتا ہے اور آخر میں کرتا وہی ہے جو اس کی
بیوی کہتی ہے!!

سید اذلان شاہ....غزل

کچھ پھول ہیں، تتلی بھی ہے گلدان پڑا ہے
یہ میں پڑا ہوں یہ مرا نقصان پڑا ہے
دشمن کا تعاقب کوئی کیوں کر لگا کرنے
انسان کے پیچھے یہی انسان پڑا ہے
پہلے کبھی دنیا سے محبت نہیں مانگی
یہ قحط ترے ہجر کے دوران پڑا ہے
خود کو بڑی مشکل سے سنبھالا ہے تو اک دم
پیروں پہ مرے کون یہ اب آن پڑا ہے
ہر بار گزرنا مجھے پڑتا ہے اُلجھ کر
بکھرا ہوا گھر کا سبھی سامان پڑا ہے

اسد اعوان....غزل

مقتل سے کبھی جرات اظہار سے نکلا
پندار وفا بندہ خوددار سے نکلا
خود اپنی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا ہم نے
اک دشمنِ جاں کل جو درِ یار سے نکلا
جس کو نہ کبھی اہل محلہ نے بھی دیکھا
صد حیف وہی دوستو، بازار سے نکلا
ہم نے تو تیرے عیب کو لوگوں سے چھپایا
یہ راز مگر حلقۂ اغیار سے نکلا
دشمن کے لئے موت کا پیغام بنا تھا
میدان میں جو عکس بھی تلوار سے نکلا
چھینٹے ہیں اسدؔ جس کے لبادے پہ لہو کے
یہ شخص کسی کوچہ سنگ بار سے نکلا

افضل گوہر....غزل

اچھا ہوا کنارا کٹاؤ میں آ گیا
دریا رُکا ہوا تھا بہاؤ میں آ گیا
کروٹ بدل کے سانس لیا تھا زمین نے
اور آسمان یوں ہی تناؤ میں آ گیا

حیرت ہے چند برف کے پھولوں کے بوجھ سے
کس طرح یہ پہاڑ جھکاؤ میں آ گیا
چوپال کی بھڑکتی کہانی کے شوق میں
کیا جانے کون کون الاؤ میں آ گیا
سوچا تھا اب کی بار کنارے پہ جاؤں گا
دریا بھی میرے ساتھ ہی ناؤ میں آ گیا

ارشد ملک....غزل

دل و جان سے عقیدت ہو گئی ہے
مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے
میں قسمت کو بدلنا چاہتا تھا
جدائی میری قسمت ہوگئی ہے
تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں
اکیلے پن سے وحشت ہوگئی ہے
میں اب پھولوں کو رکھتا ہوں چھپا کے
بکھرنے کی جو عادت ہوگئی ہے
یہ سوچا تھا کہ تم کو بھول جاؤں
مرے اندر بغاوت ہوگئی ہے
اندھیری زندگی میں روشنی بھی
تمہاری ہی بدولت ہوگئی ہے

دل کا معاملہ ہے

دوسرا رخ...رضا علی عابدی

(مرسلہ: بی اے رفیق)

ابھی کچھ روز ہوئے لندن کے نہرو سنٹر میں شامِ غالب منائی گئی۔ مرزا کا نام بڑا ہے، اُس شام مجمع بھی بڑا تھا۔ کچھ کلام پڑھا گیا اور کچھ گفتگو ہوئی۔ اپنے وقت کے بڑے شاعر حضرت صفیر بلگرامی کی ایک تحریر پڑھ کر سنائی گئی۔ وہ غالب کے بڑے مدّاح اور شاگرد بھی تھے۔ ملاقات کے بے حد مشتاق تھے چنانچہ آرہ سے چل کر دلّی کے محلہ بلّیماراں پہنچے جہاں مرزا رہتے تھے۔ یہ سنہ اٹھارہ سو پینسٹھ کے آس پاس کی بات ہے۔ اُس وقت مرزا غالب تقریباً اڑسٹھ برس کے تھے۔ یوں تو صفیر نے ملاقات کا نہایت ہی دلچسپ احوال لکھا ہے لیکن آج میں اس تحریر کا وہ حصہ نقل کر رہا ہوں جس میں مرزا کے کھانے کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ لکھتے ہیں ''ایک دن فرمایا کہ آپ کہتے ہوں گے کہ غالب کچھ اچھی اچھی چیزیں کھاتا ہوگا اور میرے کھانے کے لئے معمولی پلاؤ، قلیہ، شیرمال وغیرہ بھیج دیتا ہے۔ آج آپ میرا کھانا دیکھئے۔ الغرض گیارہ بجے دن کو آپ کا کھانا ایک سینی میں آیا۔ ایک دسترخوان بچھایا گیا۔ اُس پر ایک چینی کے پیالے میں شوربہ اور ایک میں بھرا ہوا گھی، گرم کیا ہوا۔ اور ایک تانبے کی رکابی میں پاؤ بھر گوشت کی بوٹیاں اور ایک تانبے کی رکابی میں تین پھلکے روٹی کے، اور ایک رکابی تانبے کی خالی۔ پھر وہ رفیق آ کر بیٹھے۔ انہوں نے پھلکوں کے کنارے توڑ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کئے اور خالی رکابی میں رکھے اور پھر ایک چمچے سے تھوڑا گھی اور تھوڑا شوربہ لے کر ان ٹکڑوں کو ملایا اور خوب ملا کر، حلوے کی طرح دو لقمے کے انداز سے ایک طرف رکابی میں رکھ دیا۔ اتنے میں حضرت پلنگڑی سے اُترے اور دسترخوان پر آ بیٹھے۔ پہلے وہ دونوں لقمے نوش جاں فرمائے اُس کے بعد آدھا پیالہ شوربا اور آدھا پیالیہ گھی کا پی گئے، البتہ آدھ سیر سے گھی کم نہ ہوگا۔ بعد اس کے پھلکوں کے دو چھلکے لے کر، شوربا ملا ملا کر کھائے۔ اُس پر پھر بقیہ گھی اور شوربا پی لیا اور فرمایا، بس میرا کھانا یہی ہے۔ سب کو پاؤ بھر بادام مقشر، نمک میں تلوا کر کھا لیتا ہوں۔'' اچھے زمانے تھے۔ غالب ستّر سال سے زیادہ جئے۔ آج ہوتے اور آدھ سیر پگھلا ہوا گھی پی لیتے تو خدا جانے کتنی بار انجو گرافی ہوتی اور کتنی مرتبہ انجو پلاسٹی ہوتی اور سینے میں کتنے ہی اسٹنٹ داخل ہو چکے ہوتے۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ایک اور بازار سے لایا جاتا، شاعر کا سینہ چاک کیا جاتا۔ (اس میں سے شعر اُبل پڑتے)۔ پھر اس میں پیوندکاری ہوتی اور ایک دوسرا پائے کا استاد کہتا:

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہو گا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

وجہِ تسمیہ اس لمبی چوڑی تمہید کی یہ ہے کہ ابھی پچھلے دنوں 'عالمی یومِ قلب' منایا گیا یعنی دنیا بھر میں دل کا دن، دل کو بچائے رکھنے کے شعور کا دن۔ یہ مرض اس تیزی سے پھیل رہا ہے کہ دنیا کو تشویش ہو چلی ہے۔ شاعروں کی مانیں تو یہ مرض عین عالمِ شباب میں ہوتا ہے لیکن عالمی ادارۂ صحت کی مانیں تو دل کا مرض صرف بوڑھے اور موٹاپے کا شکار لوگوں ہی کو (نہیں) ہوتا ہے۔ اب تو چھریرے بدن والے جوان بھی کسی خطرے کی گھنٹی کے بغیر بس ایک دن مرجاتے ہیں۔ سکتۂ قلب کا قصہ اتنا عام ہو چلا ہے کہ مہذب ملکوں کو عام لوگوں کی صحت پر آنے والے اخراجات کی طرف سے فکر لاحق ہو چکی ہے۔ پہلے خبر تھی کہ یہ مرض برطانیہ میں سب سے زیادہ جانیں لینے لگا ہے۔ تازہ خبر یہ ہے کہ یہ وبا دنیا بھر میں پھیل رہی ہے۔ ہارٹ اٹیک اور ہارٹ فیل اب انگریزی

کے لفظ نہیں رہے۔ برطانیہ میں خاص طور پر ہماری طرف کے حلوہ پوری، پکوڑے، دہی بڑے جیسی خوراک کھانے کھانے والوں نے مریضوں کی تعداد کہیں کی کہیں پہنچا دی ہے اور یہاں ہر سال چوہتر ہزار لوگ دل کی بیماری کے شکار ہوتے ہیں۔ اسے یوں سمجھ لیجئے کہ سالانہ ہر پانچ مردوں میں ایک ہر آٹھ عورتوں میں ایک خاتون دل کے ہاتھوں جان سے ہاتھ دھوبیٹھتی ہے۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ کچھ علامتیں ظاہر ہوا کرتی تھیں۔ عام طور سے سینے کے درد سے پتہ چل جاتا تھا کہ حضرتِ دل کے طور طریقے ٹھیک نہیں۔ یہ انجائنا کا دردخطرہ کی گھنٹی کہلاتا تھا۔ لوگ کچھ احتیاط کرلیا کرتے تھے۔ اب قدرت نے یہ سہولت واپس لے لی ہے۔ اچھے بھلے توانا لوگ ایک روز دل کو تھام لیتے ہیں اور اسپتال کی طرف دوڑائے جاتے ہیں۔ یہ منظر عام ہو چلا ہے تو سوال یہ ہے کہ میں یہ بھاشن کیوں دے رہا ہوں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ میں ان تمام مرحلوں سے گزر چکا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اپنے پڑھنے والوں کو اپنے تجربے میں حصہ دار بناؤں۔

میرے والدین اور بھائی بہنوں میں اس قسم کے دکھ درد عام تھے جن کا سلسلہ جا کر دل کے مرض سے ملتا ہے۔ (اب میں اپنے بچّوں اور ان کے بچّوں کو سمجھایا کرتا ہوں کہ اپنا خیال رکھیں)۔ جب تک بی بی سی ملازمت میں دوڑ دھوپ کرتا رہا، تو نا رہا۔ اس وقت میرے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ذیابیطس میرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ میرے ریٹائرز ہوتے ہی اور گھر بیٹھتے ہی ایک عجیب معاملہ ہوا۔ مجھے رات دن پیاس رہنے لگی۔ ڈاکٹر کے پاس گیا تو پورے یقین سے کہتا ہوں کہ جب اس نے بتایا کہ مجھے ذیابیطس ہے، اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ شاید اس خیال سے نہال تھا کہ ایک اور مستقل گاہک آ گیا ہے۔ میرا علاج شروع ہوا۔ میں نے چھان بین کر کے پورے فہرست تیار کرلی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور خاص طور پر یہ کہ کیا نہ کرنا چاہئے۔ سنہ دو ہزار چار میں وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ دل کا دورہ پڑا۔ سینے میں درد رہنے لگا تھا۔ کھانے کے بعد پیدل چلنا محال ہو رہا تھا۔ ایک شام سینے میں درد اٹھا اور زبان کے نیچے دوا کا اسپرے کرنے کے باوجود نہیں گیا۔ ہدایت یہ تھی کہ دوا اثر نہ کرے تو فوراً ایمبولینس بلالو۔ ایمبولینس والوں کو فون کر کے فون بند ہی کیا تھا کہ دروازے پر گھنٹی بجی۔ زیادہ سے زیادہ بیس منٹ لگے اور میں ہسپتال کے بستر پر تھا۔ فوراً ہی دیکھ بھال شروع ہوگئی۔ چار پانچ روز بعد میں گھر لوٹ آیا۔ اسی دوران میری ایک رگ میں تار ڈال کر دل تک پہنچایا۔ جس کے اندرونی سرے پر چھوٹا سا غبارہ لگا تھا۔ وہ غبارہ جب دل کی ایک شریان میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں چربی نے جم کر خون کی گزرگاہ کو تنگ کر دیا تھا۔ وہاں غبارے میں باہر سے ہوا بھر کر اسے یوں پھلایا گیا کہ اس نے چربی کو دبا کر شریان کھول دی۔ یوں دل کی رگوں میں خون دوڑنے لگا یہ سب ہوگیا لیکن اصل علاج اب شروع ہوا۔ جس کا دوسرا نام ہے 'احتیاط' وہ میں کررہا ہوں۔ اور اس کے صلے میں جو مہلت مجھے ملی ہے اسی کی دین ہے کہ آج تحریر کر رہا ہوں سوچتا ہوں کہ اپنے پڑھنے والوں کو دو چار کام کی باتیں بتادوں۔ لاکھوں باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ کھانا کم کردیجیئے اگر دو روٹیاں کھاتے ہیں تو ڈیڑھ کھائیں۔ بدن کے تمام اعضاء کی طرح معدہ بھی اشارے بھیجتا ہے۔ مگر کبھی کبھی گمراہ بھی کرتا ہے۔ جب آپ ڈیڑھ روٹیاں کھا چکیں گے تو یہ اصرار کرے گا کہ ابھی پیٹ نہیں بھرا۔ لیکن اگر آپ ٹھان لیں کہ اب اور نہیں کھائیں گے تو ذرا دیر بعد محسوس ہوگا کہ پیٹ بھر گیا ہے۔ پس پھر آپ خود کو ہلکا محسوس کریں گے اور اگلے کھانے کے وقت اچھی بھوک لگے گی۔ یہاں تک کہ کھانا بھی اچھا لگے گا۔ اگر بیگم نے پکایا ہے تو مراسم بھی خوشگوار ہونگے۔ جو دل کے مرض سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔ دو چار باتیں اور۔ ان چار چیزوں کے بغیر کام نہیں چلتا اور یہ چاروں جان لیوا ہوسکتی ہیں۔ نمک، شکر، تیل یا گھی اور سرخ گوشت، ان کا استعمال کرتے کرتے بہت کم کردیجئے۔ آخری بات یہ کہ روز صبح کلونجی کا تیل ایک چمچ پینے میں نقصان کچھ نہیں، فائدے بہت ہیں۔ دل کے درد کی بات چلی ہے تو اپنے لڑکپن کا واقعہ سنادوں۔ میں بارہ تیرہ برس کا تھا کہ سینے میں بائیں جانب درد سا رہنے لگا۔ والد صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر کے پاس چلے جاؤ۔ میں گیا تو اس نے پوچھا، کیا ہوا۔ میں نے کہا دل میں درد ہوتا ہے اس پر ڈاکٹر بولا، ابھی سے؟ وہاں بیٹھے ہوئے سارے مریض ہنسے۔ سوچتا ہوں وہی ڈاکٹر اب مل جائے اور اسے بتاؤں کہ دل میں درد ہوتا ہے تو کہے گا ابھی تک؟

کشتِ زعفراں

امن

استاد: پاکستان میں امن کیوں قائم نہیں ہوتا؟

پپو: ہمارا جھنڈا ہی اُلٹا ہے۔

استاد: کیا مطلب؟

پپو: سفید رنگ امن کو ہوتا ہے اور سبز رنگ قوم کا۔ امن کو ڈنڈا دیا ہوا ہے اگر یہی ڈنڈا قوم کو دیا ہوتا تو آج امن ہوتا۔

خوبصورتی کی کمی کو اخلاق پورا کرسکتا ہے مگر اخلاق کی کمی کو خوبصورتی پورا نہیں کرسکتی۔

خوشی

دنیاوی لذتوں میں خوشی ڈھونڈنا انسان کی فطرت ہے۔ مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ محض عارضی خوشیاں ہیں۔ حقیقی اور مستقل رہنے والی خوشی اندرونی سکون ہے جو صرف روحانی اصلاح کے ذریعہ ہی پائی جاسکتی ہے۔

عجیب بات

زلزلہ آ گیا ہے......پاک فوج کو بلاؤ
سیلاب آ گیا ہے......پاک فوج کو بلاؤ
جیلوں کی حفاظت کرنی ہے......پاک فوج کو بلاؤ
دہشت گرد آ گئے ہیں......پاک فوج کو بلاؤ
صاف شفاف الیکشن کروانے ہیں......پاک فوج کو بلاؤ
پولیو کے قطرے پلوانے ہیں......پاک فوج کو بلاؤ
وزیر اعظم یا صدر کی حفاظت کرنی ہے......پاک فوج کو بلاؤ
عمارت میں آگ لگ گئی ہے......پاک فوج کو بلاؤ
کراچی میں امن وامان قائم کرنا ہے......پاک فوج کو بلاؤ
صوبوں میں امن وامان قائم کرنا ہے......پاک فوج کو بلاؤ

اگر یہ خائن، بدمعاش، بدکردار، نااہل، مفاد پرست، ظالم اور جعلی ڈگریوں والے، غدار سیاستدان، وی آئی کلچر کو پروموٹ کرنے والے، سب نیب کے نامزد مجرموں نے ہر کام پاک فوج سے ہی کروانا ہے تو خود کیوں حکمرانی کر رہے ہیں؟ اس کام کے لئے بھی فوج کو کیوں نہیں بلا لیتے؟؟؟

نیا قومی ترانہ

کھیت گھر زمین شاد باد
کوٹھی کا رہبرین شاد باد
پگڑیاں وزارتیں مکان
کارخانے عمارتیں دکان
لوٹ مار جھپٹ چھین شاد باد
بیوقوف لوگ ہیں عوام
رہ گئے غلام کے غلام
کرسی، عہدہ، سلطنت
جوئندہ یابندہ باد
لیڈروں کی منزلِ مراد
ہر طرف سفارشوں کا جال
سرنگوں ترقی و کمال
پاک سر زمین میں حلال
رشوتوں وزارتوں کا مال
لعنتِ خدائے ذوالجلال

دنیا میں طاقتور کون ہے؟

دنیا میں طاقتور آگ ہے جو لوہے کو بھی پگھلا دیتی ہے۔آگ سے زیادہ طاقتور پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے۔پانی سے بھی طاقتور انسان جو پانی کو پی جاتا ہے اور اُس کے آگے بند باندھتا ہے۔انسان سے زیادہ طاقتور موت ہے جو انسان کو کھا جاتی ہے۔موت سے زیادہ طاقتور صدقہ ہے جو موت کو ٹال دیتا ہے۔اور مولوی صدقہ تک کھا جاتا ہے۔تو طاقتور کون ہوا....؟

ایک غزل نما وصیت....ماہد منظور طاہر

ایک چادر کو راہِ محبوب میں بچھا دینا
میں مر جاؤں تو اسے میرا کفن بنا دینا
بہت روئے گا مجھے دیکھ کر وہ شخص
اس لئے مجھے جلدی دفنا دینا
لگانا اک پودا میری قبر کے سرہانے
میرے یار کے آنسو اُسے پلا دینا
اگر بہت روئے میری قبر پر وہ
مجھے نکال کر اُسے دفنا دینا

یوفون گھنٹہ پیکیج....تم ہی تم ہو

یو فون میں خوش آمدید
رشتے کے لئے ایک دبائیں
منگنی کے لئے دو دبائیں
شادی کے لئے تین دبائیں
پسند کی شادی کے لئے اپنی امی کے پاؤں دبائیں
اور دوسری شادی کے لئے اپنی بیوی کا گلا دبائیں
یوفون میں فون کرنے کا شکریہ
میں بناتا ہوں زیرو کا ہیرو
میں بناتا ہوں اپنا بینک بیلنس
میں بناتا ہوں آپ سب کو اُلّو...ہا ہا ہا

قرآن کی صداقت کا ایک بین ثبوت
ارم شہر کی دریافت

محمد زکریا ورک (کینیڈا)

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍO إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِO الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِO (الفجر 6-8)

ہر ذی شعور مسلمان اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ہمارے محبوب نبی کریم ﷺ کے مطہر قلب پر 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا تھا۔قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہے جس کا ہر لفظ ہر شوشہ بلا شبہ جس صورت میں سرور کائنات ﷺ پر نازل ہوا تھا وہ آج بھی ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ویسے کا ویسے ہی محفوظ ہے۔کیونکہ اس کے ازلی اور ابدی طور پر محفوظ ہونے ذمہ داری خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔قرآن مجید سائنسی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ لوگوں کی رشد و ہدایت کیلئے ایک رہ نما کتاب ہے (ھدی للناس)۔اسکی صداقت کیلئے سائنسی ایجادات و دریافتوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کا کلام بذاتہ ایک معجزہ ہے۔جب یہ سائنسی انکشافات اور دریافتیں نہیں ہوئی تھیں اس وقت بھی تو نیک دل لوگ اس کی حقانیت و صداقت پر صدق دل سے یقین رکھتے تھے۔سائنسی ایجادات ہونے کے بعد قرآن کی آیات کو نئے معنی دینا اور تاویلیں کرنا معیوب بات ہے۔ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں، نیوٹن آئن سٹائن کی کتنی تھیوریز غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ہم اگر کسی آیت کو کسی سائنسی تھیوری کے عین مطابق قرار دے دیں اور بعد میں وہ سائنسی تھیوری غلط ثابت ہو جائے تو کیا ہم یہ ماننے کو تیار ہیں کہ نعوذ باللہ آیت کریمہ غلط تھی۔جیسے آج کل نیم سائنسدان افراد آیات کریمہ سے بگ بینگ تھیوری کا ثبوت وضع کرتے ہیں۔ اسلئے قرآنی آیات اور سائنسی تھیوریز میں تطبیق سے پرہیز ہی مناسب ہے۔

چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ زندہ رہنے والی دائمی کتاب ہے اسلئے قرآن کے حکم کہ فطرت کا مطالعہ کرو اس کی پیروی کرتے ہوئے ان واقعات کا مطالعہ ہم پر لازم ہے۔اس کتاب مبین میں ماضی کے واقعات و مشاہدات کے بارے میں متعدد آیات کریمہ پائی جاتی ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نیز سائنسی آلات میں ترقی ہونے سے صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔کسی بات کے غلط ہونے کا ایک ثبوت یہ ہوتا ہے کہ اس میں تضاد پایا جاتا ہو۔قرآن مجید میں تضاد نہ ہونا اس کے الہامی ہونے کی دلیل ہے۔اس امر کا بیان قرآن میں یوں ہوا ہے: پس کیا وہ لوگ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے اور نہیں اس نتیجہ پر پہنچتے کہ اگر قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے نازل ہوا ہوتا تو یقیناً وہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے (سورۃ النساء آیت نمبر 83) جب تک دنیا رہے گی قرآن میں مذکور یہ چیلنج اس کی صداقت پر گواہی دیتا رہیگا۔مگر غور فرمائیں کہ ان چودہ سو سالوں میں جب یہ مکہ میں نازل ہوا تھا کتنے لاکھ ذہین و فطین انسان اس کرہ ارض پر پیدا ہوئے مگر کوئی بھی مائی کا لال قرآن میں تضاد تلاش نہ کر سکا۔قرآن کریم کی سورۃ الفجر میں عمان میں مدفون ایک شہر کا ذکر ہوا ہے جس کا نام ارم تھا اور جس میں عاد کی قوم آباد تھی۔عاد قوم کی سطوت و جبروت کا ذکر 63 آیات کریمہ میں ہوا ہے جو ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئیں تھیں۔درج ذیل چند آیات پر غور فرمائیں: حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم عاد سے: کیا تم ہر ایک اونچے مقام پر جھوٹی شہرت کیلئے یادگار عمارتیں بناتے ہو اور تم بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو جیسے تم ہمیشہ زندہ اور قائم رہو گے۔ (سورۃ نمبر 26، آیات نمبر 129-130)۔اور ہم ان بستیوں کو بھی ہلاک کر چکے ہیں جو تمہارے ارد گرد ہیں (27:46) الکھف۔اور عاد کو بھی اور ثمود کو بھی (ایک ہلا دینے والے عذاب نے پکڑ لیا) اور (اے اہل مکہ) تم کو ان بستیوں کا حال خوب معلوم ہے (39:29 العنکبوت) شہر ارم کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں ہوا ہے: کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے رب نے قوم عاد سے کیا معاملہ کیا یعنی ارم شہر والوں سے جو بڑے بڑے ستونوں والی عمارتوں میں مسکن بناتے تھے وہ لوگ جن کے زور و قوت کے برابر کوئی قوم ان ملکوں میں پیدا ہی نہیں کی گئی تھی (89:7-9) سورۃ الفجر۔ارم کے ریت کے طوفان سے تباہ و برباد ہونے کا ذکر قرآن میں یوں ہوا ہے: اور عاد ایک ایسے عذاب سے ہلاک کئے گئے جو ہوا کی صورت میں آیا تھا جو یکساں چلتی تھی اور سخت تیز تھی اللہ نے ہوا کو متواتر سات رات اور آٹھ دن ان کی تباہی کیلئے مقرر کر چھوڑا تھا۔پس اے دیکھنے والے تو اس قوم کو ایک کٹی ہوئی گری پڑی حالت میں پائیگا گویا کہ وہ ایک کھوکھلے درخت کی جڑیں ہیں۔جن کو تیز آندھی نے گرا دیا تھا۔(الحاقہ 69:7-9)

ارم شہر کی دریافت

اوبار عرب قصص و حکایات میں محفوظ ایک شہر تھا۔ایسا شہر جو دولت سے مالا مال ہونے کے علاوہ بد اعمالیوں اور فسق و فجور میں شہرت رکھتا تھا۔آج سے تین ہزار سال پہلے یہ شہر درخت سے نکلنے والے رس لوبان کا عظیم الشان تجارتی مرکز تھا۔اونٹوں کے کارواں یہاں سے لمبے سفروں کیلئے روانہ ہوتے تھے۔لوبان بطور مرہم کے استعمال ہونے کے علاوہ مردوں کے جلانے کے رسم و رواج میں بھی استعمال ہوتا تھا۔بعض لوگ اسے بطور خوشبو بھی جلاتے تھے۔اس کی تجارت نفع مند تھی۔شہر کے مرکز یعنی ڈاؤنٹاؤن میں ایک کنواں تھا جس کے ارد گرد قلعہ تعمیر تھا اور جس کسی کا پانی پر قبضہ تھا وہ ہر چیز کو کنٹرول کرتا تھا۔کنویں کے ارد گرد تاجروں کی کمیونٹی آباد تھی۔لوگ یہاں لین

دین کیلئے آتے یا کاروانوں میں شامل ہونے کیلئے آتے تھے۔ بذات خود شہر چھوٹا تھا مگر اس میں بہت بڑی عارضی آبادی مقیم رہتی تھی۔ اوبار کا آخری بادشاہ شداد بن عاد بہت ریاکار انسان تھا اسکے رہنے سہنے کا طریق عیاش دولت مندوں کی طرح تھا۔ قرآن مجید کی آیات کریمہ کے مطابق شہر قہر الٰہی کے تحت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہوا تھا۔ 230 بعد مسیح لوبان کی تجارت ایک دم ختم ہوگئی، اس کی قیمت بھی گرگئی تو گویا یہ اس کی اقتصادی موت تھی۔ مگر جب انسان اوبار کے اصل شہر میں جاکر جو بات مشاہدہ کرتا ہے اس سے جو بات سمجھ آتی وہ یہ کہ شہر کا قلعہ ایک سنگ ہول sink-hole میں گر کر تباہ ہوا تھا جو ان کی واٹر سپلائی کا واحد ذریعہ تھا۔ یوں شہر کا انجام تباہ کن ہوا تھا۔

بعض محققین کے مطابق قرآن میں قوم عاد کا جو ذکر ہوا ہے یہ ان کا مرکزی قلعہ موجودہ شہر شسر Shisar ash کے نیچے مدفون ہے جو ان کے ہاں اوبار Ubar کے نام سے معروف ہے اور جس کی کھدائی کی جا چکی ہے۔ کیا واقعی یہ شہر ارم سے ہی تعلق رکھتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جس کی طرف قرآن کی متعدد آیات اشارہ کر رہی ہیں۔ یہ امر مزید تحقیق و جستجو کا متقاضی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ تاہم قارئین احمدیہ گزٹ کی دل چسپی کیلئے اوبار شہر کی کھدائی اور اس سے حاصل ہونیوالی بعض معلومات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں جس اونچی عمارتوں یا میناروں والے شہر کا ذکر ہوا ہے وہ موجودہ اوبار شہر کے نیچے مدفون تھا۔ اس کا انکشاف امریکہ کی خلائی ایجنسی ناسا کے سپیس شٹل چیلنجر کے ریڈار امیجنگ سسٹم (remote sensing satellites) سے با لخصوص الربع الخالی کی لی جانیوالی زیر زمین تصاویر سے 1984ء کے اوائل سے ہوا تھا۔ اس تین ہزار سال پرانے شہر کو تلاش کرنے کیلئے امریکہ کے ریسرچرز کی ایک ٹیم نے کام کیا تھا۔ ماہر آثار قدیمہ جیورس زارین Juris Zarins میسوری یونیورسٹی Southwest Missouri State University in Springfield میں پروفیسر تھے، نکولس کیپ Nicholas Clapp جو لاس اینجلس میں فلمساز تھے۔ کلیپ کے دوست جارج ہیجز Hedges جو پیشے کے اعتبار سے وکیل تھا۔ مؤخر الذکر دو افراد نے اس پراجیکٹ کیلئے سرمایہ کا انتظام کیا۔ جس جیالوجسٹ نے سب سے زیادہ عرق ریزی سے کام کیا وہ ڈاکٹر رانلڈ بلام Ronald Blomm تھا۔ پھر نومبر، دسمبر 1991 میں شہر کے مقام کا تعین ہونے کے بعد اس کی کھدائی کا کام شروع ہوا تھا۔ نکولس کلیپ کو اس پراجیکٹ میں دل چسپی ایک کتاب Arabia Felix پڑھنے کے بعد ہوئی جو برطانوی مصنف اور محقق برٹرام ٹامس نے 1932ء میں تصنیف کی تھی۔ برٹرام Bertram نے اس کتاب میں ذکر کیا تھا کہ عمان کے بدوؤں نے اس سے شداد ابن عاد کی جنت ارضی کے وجود کا ذکر شہر اوبار میں کیا تھا جو ریت کے نیچے کہیں مدفون تھا۔

جزیرہ عرب کے علاقہ الربع الخالی کے جنوبی حصے میں سفر کے دوران عرب بدوؤں نے ٹامس کو ریت میں بنے ہوئے صدیوں پرانے راستے دکھائے تھے جو شہر اوبار کی طرف لیجاتے تھے۔ مسٹر کلیپ نے کیلی فورنیا کی شہرہ آفاق لائبریری Huntington Library میں محفوظ پرانے مسودات اور نقشوں سے تعین کر لیا کہ حقیقت میں شہر اوبار عمان میں ریت کے نیچے کہیں دفن ہے۔ اس کتابی اور دستاویزی ثبوت ملنے پر اس نے NASA – Pasadena,Jet Propulsion Laboratory جیٹ پروپلشن لیبارٹری کے سائنسدانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ عمان کے مخصوص علاقوں کی خلائی جہاز چیلنجر کے 360 ملین ڈالر لاگت والے ریڈار امیجنگ سسٹم سے تصاویر بنائیں۔ چنانچہ ان تصاویر کے لینے کے بعد جب ان کو غور سے انالائز کیا گیا تو ریت کے نیچے مدفون شہر کے ایسے راستے ملے جو اوبار کو جاتے تھے۔

مسٹر کلیپ Clapp نے اس مقصد کیلئے جو نقشے استعمال کئے ان میں مشہور یونانی جیوگرافر بطلیموس Ptolemy کے بنائے ہزاروں سال پرانے نقشے بھی شامل تھے جو اس نے 200 صدی قبل مسیح بنائے تھے۔ اسکندریہ کے یونانی نقشہ نویس نے اپنے نقشوں میں ایک اہم تجارتی مرکز کا مقام بھی دیا تھا جس نام اس نے ایمپوریم Omanum Emporium لکھا تھا۔ بطلیموس کے نقشے اور سٹیلائٹ کے ذریعے لی گئی تصاویر کے مطابق اس شہر کا اصل مقام شسر Shisr کے نخلستان میں بنتا تھا۔

اوبار کے قلعہ کی دریافت

جب اوبار شہر کے مقام کی کھدائی کا کام شروع ہوا تو 600 فٹ ریت کے نیچے مدفون ایک قلعہ دریافت ہوا جو قریب دو ہزار سال پرانا تھا۔ یہ قلعہ آٹھ سمت کا تھا جس کی دیواریں 60 فٹ لمبی، دو فٹ موٹی اور بارہ فٹ اونچی تھیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اوبار شہر کا ذکر مشہور زمانہ کتاب الف لیلیٰ و لیلیٰ میں بھی ہوا ہے۔ لارنس آف عربیا نے اس شہر کا ذکر کتاب Atlantis of Sand میں کیا تھا۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ یہ شہر لوبان خوشبو Frankincense کا اپنے وقت کا عظیم الشان شپنگ سینٹر تھا۔ جنوبی عمان کے علاقہ الربع الخالی سے اس شہر کے جو آثار دریافت ہوئے ہیں اس کے مطابق گھروں کی دیواریں آٹھ سمت کے کٹے ہوئے چونے (لائم سٹون) کے پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ قلعے کے آٹھ بلند مینار تھے جن میں سے سات میناروں کے آثار مل گئے ہیں جو پکی اینٹوں سے بنے ہوئے تھے۔ گھروں میں کشادہ کمرے تھے جن میں لوبان (اگربتی کی مانند) خوشبو جلانے کیلئے چولہے بنائے گئے تھے۔ اوبار کی تلاش کیلئے پراجیکٹ مسٹر کلیپ نے 1981 میں شروع کیا تھا۔ 1984ء میں چیلنجر سے لی جانیوالی تصاویر سے اس کے صحیح مقام کا تعین ہوا تھا۔ نومبر 1991ء میں شہر کی تلاش اور کھدائی کا کام شروع ہوا، جنوری 1992ء میں شہر تلاش ہوا تھا۔ ارم شہر تین ہزار سال

تک تجارت کا اہم مرکز رہا اور یہ 300AD میں نیست و نابود ہوا تھا۔جیورس زارینز نے چار بار کھدائی کا کام کیا تھا اور یوں اس نے ثابت کر دیا کہ واقعی تاریخ میں عاد نام کی کوئی قوم تھی جس نے ارم شہر آباد کیا تھا۔قرآن مجید کی صداقت پر یہ ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔

zakaria.virk@gmail.com

گلدستہ....سید حسن خان

شگفتہ شگفتہ!

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ کے پاس ایک نوکر چائے کی پیالی لایا۔جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے سر پر گر پڑی۔آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کو دیکھا۔غلام نے آہستہ سے پڑھا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ سن کر امام حسنؓ نے فرمایا۔کَظَمْتُ۔غلام نے پھر کہا۔وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ آپ نے کہا کہ مَیں نے عفو کیا۔پھر پڑھا (غلام نے۔ناقل) وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کہ عفو کے بعد نیکی بھی کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا۔جا آزاد بھی کیا۔راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں۔

علاج!

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص دس گدھے لے جا رہا تھا۔ایک گدھے پر وہ خود سوار تھا۔راستہ میں اس نے گدھوں کو گننا چاہا۔جب اس نے انہیں گنا تو وہ دس کی بجائے نو نکلے۔وہ بڑا پریشان ہوا۔جلدی سے چھلانگ لگا کر گدھے سے نیچے اُترا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا مگر دور تک اسے کوئی اور گدھا نظر نہ آیا۔اس نے انہیں دوبارہ گننا شروع کیا۔اب کی بار وہ پورے دس نکلے۔اس نے سوچا پہلی بار اسے گننے میں غلطی لگ گئی ہوگی۔اب دوبارہ گدھے پر سوار ہو گیا اور انہیں ہانکنے لگا۔کافی راستہ طے کرنے کے بعد اس نے دوبارہ گننا شروع کیا۔اس بار پھر نو نکلے۔وہ بڑا پرشان ہوا اور چھلانگ لگا کر گدھے سے نیچے اُترا اور دوبارہ گننے لگا۔اب کی بار پھر پورے دس نکلے۔اسے بڑا تعجب ہوا اس پر اس نے کہا کہ بہتری اسی میں ہے کہ میں پیدل چلوں ورنہ ایک گدھے کا خسارہ اٹھانا پڑے گا۔اور پھر وہ پیدل چلنے لگا۔

آقا کی اطاعت!

ایک دن سلطان محمود غزنوی نے تمام اُمراء کو دربار میں جمع کیا اور ایک قیمتی موتی نکال کر سب کو دکھایا اور پوچھا اس کی قیمت کیا ہوگی؟ وزیر نے عرض کی کہ اس بیش بہا موتی کی قیمت تو کئی کلو سونے سے بھی زیادہ ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا اسے توڑ دو۔وزیر نے عرض کی جہاں پناہ! میں اس دُرِّ بے بہا کو توڑ کر شاہی خزانے کا نقصان نہیں چاہتا۔سلطان نے اس عقلمندی کی تعریف کی اور اسے انعام و اکرام سے مال مال کر دیا۔پھر دوسرے ارکانِ سلطنت سے باری باری گوہر توڑنے کو کہا۔سب نے وزیر اعظم جیسی باتیں کیں اور انعام حاصل کیا۔

آخر بادشاہ نے ایاز سے کہا کہ اس موتی کو توڑ دو! ایاز نے فوراً حکم ملتے ہی موتی کو توڑ دیا۔یہ دیکھ کر درباری سناٹے میں آ گئے اور ایاز پر اعتراضات کرنے لگے کہ اس نے بے سوچے سمجھے اتنا بیش قیمت موتی توڑ کر ضائع کر دیا۔

ایاز نے کہا۔میں نے کوئی بری بات نہیں کی۔صرف سلطانِ معظم کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ذرا یہ تو بتاؤ کہ سلطان کا حکم زیادہ قیمتی ہے یا موتی۔میری نظر موتی پر نہیں تھی،موتی والے کے حکم پر تھی۔میں مشرک نہ تھا جو پتھر کو پوجتا۔تم نے سلطان کے حکم کی نافرمانی کی ہے جو قیمت میں اس موتی سے لاکھ گنا زیادہ تھا۔

ایاز کے اس جواب سے سلطان نے ایاز کو آفرین کہی اور مصاحبوں پر سخت خفا ہوا۔ایاز نے بادشاہ کے تخت کو بوسہ دیا اور دست بستہ عرض کی۔حضور! انہیں بخش دیجئے۔کیونکہ آپ کی بخشش کے بھروسے پر ان سے غلطی ہوتی ہے۔مصاحبوں نے بھی رو رو کر معافی مانگی۔آخر سلطان نے سب کو معاف کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

بلال نام،ابو عبداللہ کنیت،والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔حضرت بلالؓ خالص حبشی نہ تھے بلکہ آپ کی والدہ تو حبشہ کی تھیں مگر آپ کے والد رباح عرب کے باشندے تھے۔

حلیہ

آپ کا رنگ گہرا سانولا تھا۔جسم دبلا اور قد لمبا تھا۔سینہ آگے کو ابھرا ہوا تھا۔سر کے بال بہت گھنے تھے۔چہرہ پتلا تھا یعنی رخساروں پر گوشت بہت کم تھا۔

ولادت

آپ کی جائے ولادت کے متعلق مختلف آراء ہیں۔بعض کے نزدیک آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور بعض کہتے ہیں سراہ میں۔جائے پیدائش کی طرح سن ولادت میں بھی اختلاف ہے۔

قبول اسلام اور تکالیف

حضرت بلال چونکہ ایک غلام تھے اس لئے اسلام لانے کی پاداش میں ان کے ظالم

آقا ظلم میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ کے مالک آپ کو پکڑ کر مختلف قسم کی اذیتیں دیتے اور کہتے کہ لات اور عزیٰ جوان کے بُت تھے ان کی پوجا کرو مگر بلال احد احد کہتے یعنی میرا معبود ایک ہے۔ کمزور مسلمانوں پر کفار شدید مظالم ڈھاتے تھے انہی میں سے ایک حضرت بلالؓ بھی تھے۔ وہ آپ کی گردن میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کو کہتے کہ انہیں گلیوں میں گھسیٹو شدید گرمی کے موسم میں ننگا کر کے تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے مگر حضرت بلالؓ کی زبان سے احد احد ہی نکلتا تھا۔

آزادی

آپ کی تکالیف پر آنحضرت ﷺ کس قدر درد محسوس کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا اگر ہمارے بس میں ہوتا تو ہم بلال کو خرید لیتے۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کا اشارہ سن کر عباس جو آنحضرت ﷺ کے چچا تھے کے پاس گئے اور کہا بلال کے آقا سے میرا سودا کرا دیں۔ میں ان کو خریدنا چاہتا ہوں۔ پھر آپؓ اور حضرت عباسؓ نے حضرت بلال کے مالک سے خریدنے کی بات۔ جب بلالؓ کے مالک کو علم ہو گیا کہ یہ واقعی انہیں خریدنا چاہتے ہیں تو اس نے قیمت بڑھانی شروع کر دی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تم جتنی بھی قیمت ڈالنا چاہتے ہو ڈال دو میں انہیں ہر حال میں خریدنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے پانچ اوقیہ یا بعض روایات کے مطابق نو اوقیہ سونے کے عوض ان کے مالک سے خرید کر حضرت بلالؓ کو آزاد کر دیا۔

موذن رسول ﷺ

حضرت بلالؓ کی آواز بہت اچھی تھی جب اذان کا سلسلہ شروع ہوا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو سب سے پہلے اذان دینے کا ارشاد فرمایا۔ اس طرح اسلام کے پہلے موذن ہونے کا بھی اعزاز آپ کو حاصل ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری!

آپ کی خوش نصیبی کہ آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی خدمت کی توفیق ملی۔ سفر ہو یا حضر، جنگ ہو یا امن کے معمولات ہر حال میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری کی توفیق ملی۔ آپ حضورؐ کی گھریلو ضروریات اور خدمات بھی بجا لاتے رہے۔ بیت المال کا انتظام بھی آپ کے سپرد ہوتا تھا۔ سفر کے دوران آپ کا خیمہ بھی بلالؓ ہی نصب کرتے تھے۔ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ دوران جنگ آنحضرت ﷺ کی خدمت کے ساتھ باقاعدہ جنگ میں شرک کرتے۔ جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بلال کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اسے امن دیا جائے گا۔

16 ہجری میں جب حضرت عمرؓ نے شام کا سفر اختیار کیا تو دوسری فوجی افسران کے ساتھ مقام حدیبیہ میں حضرت بلالؓ نے بھی حضرت عمرؓ کا استقبال کیا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے سب کی خواہش پر حضرت بلالؓ سے اذان دینے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت بلال کی اذان سن کر صحابہ کرامؓ کو اپنے محبوب آقا حضرت محمد رسول ﷺ کا زمانہ یاد آ گیا۔ لکھا ہے کہ صحابہ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔

وفات

وفات کے وقت حضرت بلالؓ کی عمر اندازاً 70 برس تھی۔ جان کنی کی حالت میں آپ کی بیوی رونے لگتیں تو کہتے روتی کیوں ہو تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے کل ہم اپنے پیاروں سے ملیں گے اور کل ہمیں رسول اللہ ﷺ کا دیدار نصیب ہوگا۔ آپ کی وفات دمشق میں ہوئی اور بابِ الصغیر کے نزدیک دفن کئے گئے۔

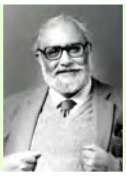

ڈاکٹر عبدالسلام کا ملالہ کے نام خط

(عاصی صحرائی)

پیاری ملالہ! مبارک ہو کہ خدا نے تمہیں عزت دی۔ میرے اس وطن کو سلام جس نے ہمیں سکون بخشا۔ قائداعظم کو سلام اور اس پاک وطن کی تعمیر کنندوں کو سلام، اصل مسلم لیگ کے ابتدائی کارکنوں کو سلام، خان لیاقت علی خاں، سرظفراللہ خان، چوہدری محمد علی، سہروردی اور نشتر صاحبان کو سلام۔ جنہوں نے ہمیں یہ پاک خطہ سرزمین ہمیں عنایت کیا۔ اس پیارے وطن کے دریاؤں، ندی نالوں اور کہساروں کو سلام۔ جسے دیکھ کر ہماری روح خوش ہوتی ہے۔ میں اس قوم کے حُب الوطنوں کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے تمہارے ساتھ تعاون کیا اور تمہیں اس منزل تک پہنچایا۔ مگر اس قوم سے تمہیں خیر کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ قوم ابھی تک غلامانہ اذہان سے پُر ہے۔ اس کی جہالت عام ہے۔ یہ بھی طالبان کی سدھائی ہوئی، نیم مُلاں کی پڑھائی ہوئی، کوتاہ اندیش اور بے علم ہے۔ اسے منفی رویے پسند ہیں۔ ملاوٹ، رشوت، کذب بیانی، بے عدل و انصاف کی دلدادہ، خدا سے دُور جعلی خداؤں کی دلدادہ، اَقرباء پروری کی بدترین مثال، اَنا پرستی کی بدترین شکل، قبور و مزاروں کو سجدہ کرنے والی، کاہل و جاہل ملاں سے خدا کے گھر کا نام پوچھنے والی، مساجد و مندر اور عبادت گاہوں کو بم سے اُڑانے والی، شراب و زنا کی عاشق، فرنگی کی غلام، توہم پرست، بت پرست، خوشامد پسند، یہ قوم گم گشتہ راہ ہے۔ میں نے بھی آپ کی طرح ہمیشہ اُمید کا

دامن تھامے رکھا تھا۔تب کہیں جا کے خدا تعالیٰ نے عزّت دی تھی ۔ وہ مجھے پاکستان کا واحد نوبل انعام یافتہ کہتے تھے مجھے اصرار تھا کہ مجھے 'پہلا' کہا جائے۔ میں سنتوخ داس نامی ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوا۔ جو آپ کی وادی سوات جتنا خوبصورت تو نہیں۔لیکن پھر بھی یہ ایک اچھی جگہ تھی ۔ میں جھنگ میں پلا بڑھا۔ جو کہ اب خطرناک تنظیموں کی وجہ سے جانا جاتا ہے ۔ میرے والد محکمہ تعلیم کے ایک افسر تھے ۔آپ کی طرح مجھے پڑھائی میں بہت دلچسپی تھی ۔ مجھے انگلش اور اُردو ادب سے بہت لگاؤ تھا۔ لیکن حساب میں میری کارکردگی بہت اچھی تھی ۔ بہت کم عمری میں میں نے میٹرک میں اتنے نمبر لئے تھے جو کہ مجھ سے پہلے (اتنے نمبر پورے پنجاب میں) کوئی طالب علم نہ لے سکا تھا۔لیکن میری تعلیم آپ کی طرح مشکلات سے پُر نہ تھی ۔ مجھے نہ طالبان کے بموں سے سکولوں کو اُڑانے کا سامنا کرنا پڑا ۔ نہ ہی تعلیم پر کسی پابندی کا۔لیکن آپ کی راہ میں جو بھی روڑے اٹکائے گئے ۔آپ نے کامیابی سے انہیں اپنی راہ سے ہٹایا۔حقیقت تو یہ ہے کہ آپ اپنی ہر سانس کے ساتھ ان لوگوں کو شکست دیئے جا رہی ہیں ۔ ملالہ یوسف زئی ایک اُمید کی ایک چھوٹی سی مگر روشن کرن ہے ۔آپ کو نوبلز پرائز ملنے کے بعد سب سے زیادہ غصے میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے آپ پر حملہ کر کے آپ کی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔اس غصّے میں آپ کے کئی ہم وطن حاسد و جاہل بھی شریک ہیں ۔ان سب مشکلات سے گزرنے کے لئے بہت ہمت درکار ہوتی ہے۔اور میں جانتا ہوں کہ آپ کے پاس ہمت کی کمی نہیں۔اس ملک میں زیادہ کچھ تبدیل نہیں ہوا ہے ۔آپ کا مذاق اُڑایا گیا، آپ کو اجنبی اور غیر کہا گیا، اور مزید کہا جائے گا۔(کیونکہ ہماری قوم کی نکیل جاہل مُلاں کے ہاتھ میں ہے جسے تین دن تک عید کا چاند ہی نظر آتا رہتا ہے)۔حالانکہ اس میں آپ کا کوئی قصور نہ تھا ۔ میں اس بارے میں جانتا ہوں کہ بحیثیت قوم ہم خوشیاں حاصل نہیں کرنا چاہتے ۔ہم چاہتے ہیں کہ ہم پر رحم کیا جائے ۔ یہ لوگ تب تک خوش تھے جب تک تم ایک متاثرہ مقامی لڑکی تھی۔لیکن پھر آپ نے متاثرہ کے لیبل کو جھٹک کر خود کو پوری دنیا میں لڑکیوں کے لئے ایک اُمید کی کرن کے طور پر منوالیا۔ملالہ ہمیں ہیروز پسند نہیں ہیں۔ ہمیں صرف متاثرہ اور پسے ہوئے لوگ پسند ہیں ۔جنہیں ہم دکھاوے کے طور پر دنیا میں پیش کر سکیں۔ہم صرف برّصغیر کے مسلمانوں کی سچی اور جھوٹی کہانیاں بنا کر بیرونی طاقتوں کو بدنام کرنا چاہتے ہیں ۔ تا کہ دنیا یہ تسلیم کرے کہ علامہ اقبال نے جو جنت کا تصور پیش کیا تھا اُسے اِس دنیا نے نقصان پہنچایا ہے جبکہ اسی ملک کے مکفّرین نے اس ملک کو جہنم بنا کر رکھ دیا ہے۔لیکن جو اندرونی عناصر اس قوم کو لے ڈوبے ہیں اُن کے کردار پر کوئی بات نہیں کرتا ۔ یہ نام نہاد مسلمان، تاجر، جاگیردار، بیوروکریٹس، اَقرباء پرور، مذہبی انتہا پسند قسم کے طالبان، جعلی فتویٰ باز، سعودیہ اور دیگر ممالک سے جہادی تنظیموں کے نام پر مال کھانے والے، ہنود و یہود کے ایجنٹ، کشکول بردار، زردار ولوہار، جعلی ڈگری بردار ازل سے پاکستان کے دُشمن ہیں ۔ہم اپنے اندر نفرت انگیز روّیوں کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں ۔ میں اس کا مزہ لے چکا ہوں ۔ مجھے اس بات کا اندازہ تب ہوا تھا جب مجھے نوبل انعام ملا تھا۔خالص مغربی لباس میں ملبوس لوگوں میں جب میں پنجابی پگڑی اور شلوار میں ملبوس انعام حاصل کر رہا تھا۔تو مجھے اپنے ملک کی نمائندگی پر فخر تھا۔لیکن میرے ملک کے کچھ افراد کو اس سے بھی کوئی خاص خوشی نہیں پہنچی تھی ۔اور پھر مجھے بُرا بنا کر پیش کیا گیا، یہودیوں کا ایجنٹ کہا گیا۔اور بعد میں مجھے میرے مذہبی عقائد کی بنا پر مجھے الگ تھلگ کر دیا گیا۔کئی نام نہاد اسلامی تنظیموں (ہندو اور یہودی ایجنٹوں) کے احمقانہ مطالبے پر کئی یونیورسٹیوں میں فساد اور تشدد کے پیش نظر میرے لیکچرز دینے پر پابندی لگا دی گئی ۔ میرے کام کو اس احمق و غدار و شکست خوردہ برسر اقتدار اشخاص نے ذرّہ بھر بھی اہمیت نہ دی ۔ میں نے مجبوراً فیصلہ کیا کہ کسی اجنبی ملک میں اجنبی بن کر رہنا، کام کرنا بہتر ہے اس سے کہ اپنے ہی ملک میں اجنبی بن کر رہا جائے ۔لیکن میرے اس فیصلے سے مجھ پر غداری کا الزام لگایا گیا۔مگر پھر بھی میں نے اپنے ملک کے طلباء کا ہر دم خیال رکھا۔ٹریسٹے اٹلی میں سینکڑوں پاکستانیوں کو پڑھنے کی سہولیات دیں ۔مگر پھر بھی مجھ پر میرے ہی ملک کے دروازے بند کر دیئے گئے ۔مگر ڈاکوؤں اور لُٹیروں کو اس ملک کے خزانوں کا مالک بنا دیا گیا۔اور پھر اس قوم و ملک کو انہوں نے خوب لوٹا۔جس سے بلاول ہاؤسز، سرے محل اور رائے ونڈ محلات تعمیر ہوئے ۔تاریخ گواہ ہے کہ اس ملک کے راہبر، راہزن ثابت ہوئے ۔ملک کو دولخت کیا گیا، البدر اور الشّمس کے ظالم لیڈر اپنے کالے کرتوتوں کی بنا پر بنگلہ دیش میں اب پھانسیوں کے پھندوں پر لٹکائے جا رہے ہیں یہ مکافاتِ عمل ہے ۔ملالہ اَب آپ نئی غدارِ وطن ہیں اب آپ پر ذمہ داری ہے کہ آپ اس ملک میں امن، فخر اور خوشیاں لائیں ۔ جو یہ سب نہیں چاہتے ۔لیکن ایک نافرمان بچہ چاہے جو کچھ مرضی کرے ایک ماں اُسے کبھی نہیں چھوڑتی ۔اسی طرح یہ لوگ آپ کو بھی قبول نہیں کریں گے ۔میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ لوگ ایک دن سمجھ جائیں گے ۔ہمیں چاہئیے کہ ہم ان کے لئے جدوجہد کریں اور اس کے ساتھ دعا بھی کریں ۔اور اُن مہاجرین شہداء کے لئے جنہوں نے یہ آزادی اپنا خون سینچ کر لی تھی ۔اُن ماؤں بہنوں کے نسل کے لئے جنکی عصمتیں اس ملک کی تعمیر کے دوران لوٹی گئیں، جن کے گھر گھروندے، مال و اسباب حتیٰ کہ اُنکے بچے نیزوں سے اُچھالے گئے، اُن کے لئے ہمیں اور آپ کو اور حُب الوطن قوم کے نوجوانوں کو دن رات بے لوث کام کرنا چاہیئے ۔

منورؔ احمد کنڈے انگلینڈ....غزل

ڈھونڈنے والی جو بھی نظر ہے کہتی ہے
اِس دنیا میں دوسری دنیا رہتی ہے
پتھر مارو تو سارے اڑ جاتے ہیں
دیکھ پرندوں میں بھی تو یکجہتی ہے
گلشن میں ہیں کتنے دکھ کے دروازے
کوئل بھی ہر موسم کا دکھ سہتی ہے
چاروں سمت سے یورش ہے ہنگاموں کی
دل کی حویلی چاروں سمت سے ڈھیتی ہے
دھو لیں مل کر ہاتھ منورؔ آ ؤ ہم
پیار کی ندیا ہر دل میں ہی بہتی ہے

ریاست رضوی....غزل

بے وفائی کی کچھ وجہ ہوگی
اپنی ممکن ہے کچھ خطا ہوگی
لاج رکھنی پڑے گی اُلفت کی
پیار کی یہ بھی اک ادا ہوگی
ہر ادا اُن کی ہے قبول ہمیں
بے رُخی اُنکی اپنی جا ہوگی
حسن اور عشق میں تصادم ہے
درمیاں اُنکی خود اَنا ہوگی
راہ مشکل بھی اور کٹھن بھی ہے
عشق کرنے کی یہ سزا ہوگی
عہد و پیا اپنی جا ہیں اگر
کب کسی سے مگر وفا ہوگی
آکے بیٹھے جو پاس محفل میں
اس عنایت کی کچھ وجہ ہوگی
باتیں ہونگی ہزار غیروں سے
اُن سے کچھ بات ہی جدا ہوگی
دائمی ہم مریضِ عشق ہوئے
کہاں اسکی کوئی دوا ہوگی
ہے شفا اُسکے ہاتھ میں اپنی
اپنے خالق سے بس دعا ہوگی
وہ اکیلے بھی جو ملے ریاستؔ
درمیاں میں پھر وہی حیا ہوگی

انورندیم علوی....غزل

سوچتا ہوں یہ حقیقت بھی کوئی افسانہ تھا
اُس نے دانستہ بھلایا،میں جسے بھولا نہ تھا
خوشبوؤں کے ہاتھ نے دستک تو دی تھی بارہا
گیٹ پتھر کی حویلی کا مگر کھلتا نہ تھا
اس طرح تنہائی نے آخر مقید کرلیا
اس بھری دنیا میں جیسے کوئی اپنا نہ تھا
دیدنی تھی بھیگتے موسم میں ہونٹوں کی پیاس
یہ انوکھی تشنگی بادل مگر سمجھا نہ تھا
بھول جاتے ہیں سبھی پردیس جاکر اس طرح
جیسے اس مٹی سے ماضی میں کوئی رشتہ نہ تھا
اک انوکھا درد ہے چھلکا غزل میں اے ندیمؔ
داستانِ ہجروغم تو اس طرح لکھتا نہ تھا

آدم چغتائی....غزل

ایسے شبہات کا تم خود ہی ازالہ کرنا
راہِ الفت میں کوئی وہم نہ پالا کرنا
کھو نہ جائے وہ کہیں دہر کی تاریکی میں
جب برا وقت پڑے خود کو سنبھالا کرنا
عشق میں سرکٹانا ہی تو ہے معراجِ وفا
سرجو کٹ جائے اُسے ذات سے بالاکرنا
تیرے انوارکاسایہ ہی رہے مجھ پہ سدا
میری تاریک سی راہوں میں اُجالا کرنا
لفظ چاہت کا جو ہےمیری زباں پہ ہر دم
تم یہ کہتے ہو مرا پیار نہ پالا کرنا
وہم تومنزل اخلاق سےکردیتا ہے دور
وہم گر دل میں سما جائے نکالا کرنا

ہجر کی گرم ہواؤں سے بدن جلتا ہے
اپنے جذبات کو آدمؔ نہ اُچھالا کرنا

یا اللہ مجھے بچا!

ایسی نیند سے...... جس سے فجر کی نماز قضاء ہو
ایسی مصروفیت سے...... جس سے ظہر کی نماز قضاء ہو
ایسی سستی سے...... جس سے عصر کی نماز قضاء ہو
ایسی محفل سے جس سے...... مغرب کی نماز قضاء ہو
ایسی تھکاوٹ سے جس سے...... عشاء کی نماز قضاء ہو

دیوالی مبارک....نیلم جوگن لندن

دیپ جلیں تو اندھیاروں میں
پریت کنول بھی لہرائیں
آشاؤں کے رنگ محل کی
جوبن کلیاں مُسکائیں
چاند اماوس سے رُوٹھا ہے
نیل گگن کجرا را ہے
نیل جھروکے ریناں اُتری
سپن لوک اندھیارا ہے
آوَ رُوپ دیپ کو لے کر
کالی ریناں دور کریں
کرنوں کی کوملتا لیکر
اُجلے پن کا سنگ دھریں
رام لکھن سیتا ۔میّا کی
گاتھا نیلم امر کریں
دیوالی کی رنگولی میں
اُن کے نام کا رنگ بھریں

دیوالی مبارک...سوہن راہی لندن

جلاؤ دیپ اور اس روشنی میں یہ بھی دیکھو تو
کہاں پر بھوک ہے روشن کہاں پر پیاس جاگی ہے
کہاں پر پانیوں نے زندگی کو گھیر رکھا ہے
ہے کسی کے خون سے کسی کی پیاس بجھ پائی
کہیں پر خدا کے نام پر ہیں قتل کے چرچے
خود ہم نے جو اپنی سہولت کو تراشا ہے
کہاں سچّی محبت کا بسیرا اس جہاں میں ہے
کہاں انسان کے رشتے جہاں میں سچے ہوتے ہیں
کہ جن میں پیار ہو پوجاجن میں زندگی روح زندہ ہو
ہم اپنے ہی اندھیروں میں گھرے کچھ اس طرح راہیؔ
کہ جیسے روشنی کو ہم نے خود ہی قتل کر ڈالا
کہ جیسے روشنی اغواء ہو کر ہم سے ہو روٹھی
مگر پھر بھی مجھے تو پوچھنا ہے اک سوال
سماجی اور دینی راہنما سے
تری پوجا، عبادت مجھ سے مختلف ہوگی
مرے مندر کا رستہ تو ترے پتھر سے جاتا ہے
اگر اک نام ہے اُس کا تو وہ ہم سب کا حصہ ہے
وہ ہی ہر صبح بن کے روشنی ہر گھر میں آتا ہے
یہی اک روشنی ہے جس میں اپنے خواب جیتے ہیں
انہی خوابوں سے اپنی زندگی بنتی سنورتی ہے
محبت زندگی کی روشنی ہے بزمِ ہستی میں
ورنہ زندگی تو موت کے سائے میں پلتی ہے

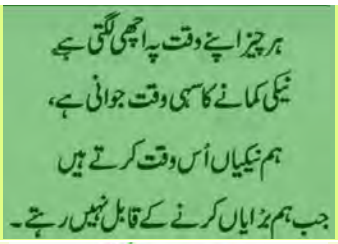

شہادتِ حسینؑ .... محمد فاروق نسیم، برمنگھم

اُڑے گا قہرِ باطل کا، مسلماں پر دھواں کب تک؟
سُنے گا کون دنیا میں تری آہ و فغاں کب تک؟
رہے گا اپنی نظروں میں، شہادت کا سماں کب تک؟
رہیں گے کربلا کے المیے پر، نوحہ خواں کب تک؟
رسولِ پاکؐ کی آغوش میں ، جو تربیت پائے
لکھیں گے اُن گھروں کی داستانِ خونچکاں کب تک؟
وہاں تو سرفروشی کا تھا جذبہ آخری دم تک
بچا کر جان اپنی ہم! سنیں گے داستاں کب تک؟
شجاعت اور دلیری تو علی اکبرؓ کا شیوہ تھا
یہ جوہر اب نہیں ہم میں، یہ جذبِ ناتواں کب تک؟
اگر شبیرؓ کے پختہ عزائم اور مقاصد پر
نظر اپنی نہیں جاتی تو پھر نام و نشاں کب تک
ہے اہل بیت جیسا اب یقیں محکم نہ امت میں
رہی باقی نہ الفت ہی، بچے گا آشیاں کب تک؟
اگر عباسؓ سے تیور، جوانوں میں نہ پیدا ہوں
ہماری حالتِ خستہ تکے گا آسماں کب تک؟

انور ندیم علوی....غزل

ہے فراز دار پر تعزیر سے ڈرتا نہیں
سر یہ ہے منصور کا کٹتا ہے پر جھکتا نہیں
حرمت الفاظ پر ہے ناز تجھ کو اے ندیم
آج تک کوئی قصیدہ شاہ کا لکھا نہیں

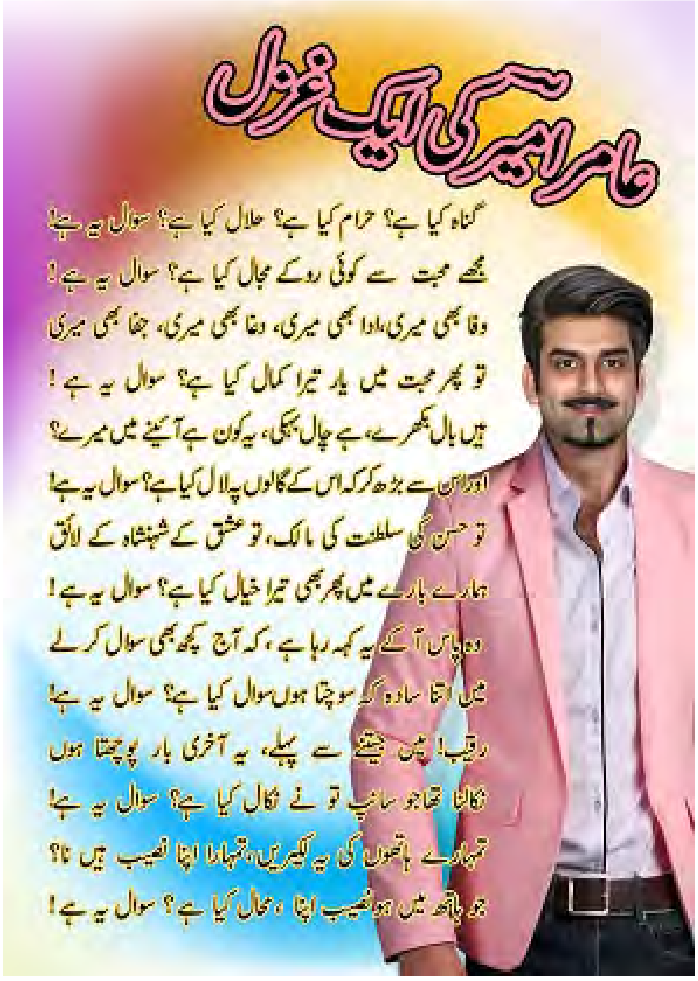

زہرہ نگاہ ڈاکو....مرسلہ: بی اے رفیق

کل رات میرا بیٹا میرے گھر چہرے پہ منڈھے خاکی کپڑا
بندوق اُٹھائے آ پہنچا نوعمری کی سُرخی سے رچی
اُس کی آنکھیں، میں جان گئی،
اور بچپن کے صندل سے منڈھا اُس کا چہرہ پہچان گئی
وہ آیا تھا خود اپنے گھر کی چیزیں لے جانے کو
ان کہی، کہی منوانے کو، باتوں میں دودھ کی خوشبو تھی
جو کچھ سینچ کے رکھا تھا میں ساری چیزیں لے آئی
اِک لابدخشاں کی چڑیا، سونے کا ہاتھی چھوٹا سا
چاندی کی اک ننھی تختی، ریشم کی پھول بھری ٹوپی
اطلس کا نام لکھا یزداں، یزداں میں لپٹا اک قرآن
پر وہ کتنا دیوانہ تھا س، کچھ توڑ گیا، کچھ چھوڑ گیا،
اور لے بھی گیا وہ تو کیا، لوہے کی بدصورت گاڑی،
پڑول کی بو بھی آئے گی، جس کے پہیے ربڑ کے ہیں
جو بات نہیں کر پائے گی، بچہ پھر آخر بچہ ہے